www.paksociety.com

ناولٹ



سنہری دھوپ میں برستی بارش

فاطمہ چوہدری

پاک سوسائٹی
Downloaded From
Paksociety.com

آج شاہ ہاؤس اپنی پوری شان سے کھڑا روشنیوں اور رنگ برنگی قمقموں سے جگمگ، جگمگ کررہا تھا۔ آج بڑے شاہ جی سید وجاہت علی شاہ کے بڑے پوتے سید زمان علی شاہ کی رسمِ مہندی تھی۔ شاہ ہاؤس میں شام ڈھلے ہی سے مہمانوں کی آمد شروع ہوچکی تھی اور یہ رونق رات گئے تک جاری رہی تھی۔ مہندی کی رسم بڑی دھوم دھام سے منائی گئی تھی اور اب شاہ ہاؤس کے مکین اور تمام مہمان خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ ماسوائے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کے جس کی آج پوری دنیا ہی تہس نہس تھی۔ رسم کے دوران جب اس نے اس شخص کو دیکھا جو اس کا کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ تھا تو اس کے اندر عجب بے کلی پھیل گئی تھی۔ وہ شخص وہ تھا جس نے اس سے اس کی عزت، غرور اور اس کی ذات کا مان چھین لیا تھا جس کی وجہ سے وہ آج تہی دامن تھی۔ ماضی قریب کی تمام تلخ یادیں آج نئے سرے سے یاد آ کر اسے کچوکے لگا رہی تھیں۔ شاہ ہاؤس میں آنے کے فیصلے نے اسے پھر سے ماضی میں لا پٹخا تھا۔

یونیورسٹی کے پہلے روز ہی وہ کلاس میں لیٹ پہنچی تھی۔ اسے اپنی کلاس ڈھونڈنے میں کافی دیر ہو گئی تھی۔ کلاس میں داخل ہوتے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ آج طالب علموں کی کافی کم تعداد حاضر ہے۔ وہ پچھلی نشستوں میں سے ایک پر جا بیٹھی۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک لڑکی آ کر براجمان ہوئی۔ وہ خود تو کافی کم گو اور لیے دیے رہنے والی لڑکی تھی اس لیے دوسری لڑکی نے ہی بات چیت میں پہل کی۔

''ہیلو! آئی ایم زارا شہباز۔''

''اور میں رابیل شاہ۔'' اس نے بھی اپنا نام بتاتے ہوئے زارا کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھام لیا تھا۔

''لگتا ہے کہ آج کلاس نہیں ہوگی، فرسٹ ڈے عموماً کلاس نہیں ہوتی۔ چلو آؤ باہر چلتے ہیں اور ویسے بھی کلاس کا آدھا ٹائم تو گزر ہی چکا ہے۔'' زارا کے کہنے پر رابیل نے ایک نظر کلاس کو دیکھا جس میں اب ان دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا سو رابیل کو زارا کے ساتھ جانا ہی پڑا۔ وہ دونوں باہر گراؤنڈ میں بینچ پر بیٹھ گئی تھیں۔

''تمہیں فزکس میں ماسٹرز کا خیال کیسے آیا؟''

''یہ میری ڈیئر ماما کا شوق تھا کہ میں فزکس کی فیلڈ جوائن کروں۔'' زارا کے پوچھنے پر رابیل نے جواب دیا۔

''اور مجھے بچپن سے ہی پیور سائنسز کو پڑھنے کا بہت شوق ہے اور میرا یہ شوق آج مجھے یہاں پنجاب یونیورسٹی کھینچ لایا۔'' زارا نے اپنا بتایا۔

شاید یہ کسی کی نظروں کی تپش تھی جو رابیل کو پیچھے دیکھنا پڑا اور پیچھے نظر جاتے ہی ایک گروپ پر پہنچی جس کے بیچ کھڑا ایک بھرپور مردانہ وجاہت کا حامل لڑکا اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ رابیل کی نظروں کے تعاقب میں جب زارا نے بھی دیکھا تو وہ جھٹ سے بولی۔

''ارے یہ تو یونیورسٹی کا سب سے بیسٹ گروپ ہے۔ اس کے تمام لڑکے لڑکیاں یونیورسٹی کے ٹاپ اسٹوڈنٹس ہیں اور تو اور یہ لوگ تو کسی اور سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ خاصے اونچے دماغ کے ہیں یہ سب۔'' زارا نے ایک ہی سانس میں سب کچھ رابیل کو بتا دیا۔

''اور وہ جو سب سے ہینڈسم لڑکا ہے ناں جو بیچوں بیچ کھڑا ہے، وہ اس گروپ کا ہیڈ ہے۔ سید حمدان علی شاہ جو اپنی پرسنالٹی اور قابلیت کے بل بوتے پر بہت اکڑتا ہے۔'' رابیل کافی حیران تھی کہ زارا کو یہ سب کیسے پتا ہے جبکہ آج تو اس کا بھی پہلا ہی دن تھا۔

''تم اتنا سب کچھ کیسے جانتی ہو؟''

''لو...... ایکچوئلی میری ایک کزن بھی اِدھر ہی پڑھتی ہے بلکہ ان سب کی کلاس فیلو ہی ہے تو اس نے ہی مجھے بتایا تھا۔ اور ایڈمیشن کے دوران کئی دفعہ آنا ہوا تو ان کے بارے میں مجھے کافی معلومات ہیں۔'' اور پھر جتنی دیر زارا اور وہ وہاں بیٹھی رہیں، رابیل کو اس کی نظروں کی تپش محسوس ہوتی رہی۔ کلاس تو ہوئی نہیں تھی سو دونوں نے واپسی کی راہ لی۔

☆☆☆

گاڑی کے ہارن پر چوکیدار نے گیٹ وا کیا جس پر سید حمدان علی شاہ گاڑی اندر لے آیا۔ پورچ میں گاڑی روکتے ہی اس کی نظر لان میں بیٹھی اماں جان اور اپنی ماما جان پر پڑی، ساتھ ہی اس کے ماموں کی بیٹی عرشیہ بھی بیٹھی تھی۔ گاڑی سے اتر کر وہ لان کی طرف بڑھا۔

''السلام علیکم......''

''وعلیکم السلام، جیتا رہ میرا شیر پتر۔'' اماں جان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کے لہجے میں اس کے لیے محبت جھلک رہی تھی۔

''اتنے دن لگادیے آنے میں، جانتے بھی ہو کہ ماں تمہارے بغیر کتنی ادھوری ہے۔'' ماما جان نے اسے گلے لگاتے ہی شکوہ کیا۔

''کیا ماما جان! اب ایک سال ہی تو رہ گیا ہے پھر یہاں آپ کے قدموں میں ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے ڈیرا ڈال لوں گا۔''

''باتیں کرنا تو کوئی تم سے سیکھے۔'' شافیہ بیگم نے اس کے فلسفیانہ انداز پر چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

''اور عرشیہ جی آپ کیسی ہیں؟ اور ہماری حویلی میں کب قدم رکھا؟''

''ارے، ہم تو کب سے آئے ہوئے ہیں، آپ کو اپنے کاموں سے فرصت ملے تو اِدھر اُدھر کی خبر ہو۔'' عرشیہ کی اس سے گہری دوستی تھی جواب اس کے یونیورسٹی جانے سے ماند پڑ گئی تھی۔

''ہا...... ہا...... ! یہ ڈائیلاگ آپ اپنے ''ان'' کے لیے سنبھال رکھیے...... بس اگلے ماہ آنے ہی والے ہیں۔'' حمدان نے اسے اپنی عادت کے مطابق چھیڑا۔ جس سے شرمیلی عرشیہ کا چہرہ گلابی ہوگیا۔

''چل ہٹ پرے...... بے شرم، کیوں تنگ کرتا ہے بیچاری کو......'' اماں جان نے اسے جھاڑا۔

''ہاں جی ! بیچاری تو بہت ہیں یہ محترمہ...... تبھی تو ہمارے بھیا کو لے اڑنے کے ارادے رکھتی ہیں۔'' حمدان نے یہ سرگوشی عرشیہ کے کان میں کی ورنہ اماں جان سے کوئی بعید نہ تھی کہ اسے جوتی کھینچ مارتیں۔

عرشیہ سے اس کی بچپن کی دوستی تھی۔ کھیل کود، دکھ، تکلیف سب میں وہ اس کی ساتھی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ حمدان کے بڑے بھائی سید امان علی شاہ کو عرشیہ اچھی لگنے لگی اور لگتی کیوں نہ...... وہ تھی ہی اتنی سادہ دل اور چھوئی موئی سی کہ کسی کا بھی دل اس پر آسکتا تھا لیکن حمدان نے ہمیشہ اسے چھوٹی بہن ہی سمجھا تھا۔ امان کی پسندیدگی کو مدِنظر رکھتے ہوئے عرشیہ کو امان کے نام کی انگوٹھی پہنا دی گئی تھی جبکہ شادی عرشیہ کی ہاؤس جاب اور امان کے ایم بی اے کے بعد ہونا طے پائی تھی۔ اس رشتے سے حمدان آتے جاتے عرشیہ سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہتا۔

☆☆☆

ساہیوال کے بس اسٹاپ پر اترتے ہی رابیل نے ایک لمبی سانس لی اور فضا میں اپنے شہر کی خوشبو کو محسوس کیا۔

اسے اپنے شہر سے بہت پیار تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ کبھی اپنے شہر سے دور نہ جاتی لیکن ''کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے'' پر عمل کرتے ہوئے اپنی پڑھائی کی خاطر اپنے شہر کو خیر باد کہنا پڑا۔ بی ایس سی تک ساہیوال میں تعلیم حاصل کر کے اب اسے ایم ایس سی کے لیے مجبوراً لاہور جانا پڑا۔ کیونکہ ساہیوال میں کوئی بڑا ادارہ ایم ایس سی نہیں کروار ہا تھا اور جو کروار ہا تھا وہاں فزکس کا مضمون نہیں تھا۔

رابیل نے بہت خوشحال گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔ اس کے شفیق سے پاپا جانی اسے اپنی جان سے زیادہ پیار کرتے تھے اور بقول ان کے رابیل ان کی مینا ہے۔ یہی حال بہت سوبر اور پیاری سی ماما جانی کا تھا۔

رابیل کے پاپا جانی سید منہاج علی شاہ مقامی کالج میں میتھس ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ تھے اور وہ اس شہر کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ انہوں نے لندن سے میتھس میں پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔ جبکہ رابیل کی ماما جانی نے ان ہی کے سبجیکٹ میں ایم فل کر رکھا تھا لیکن وہ ہاؤس وائف کا کام سرانجام دے رہی تھیں۔ دونوں ماما، پاپا کی یہی اکلوتی اولاد تھی اور دونوں کے پیار نے اس کی ذات میں کوئی خرابی یا بگاڑ کے بجائے اس کی ذات میں مضبوطی اور نکھار پیدا کیا تھا۔ وہ اکلوتی ہونے کے باوجود اپنے والدین کی بہت فرمانبردار اولاد تھی۔ اس کی بڑی وجہ ان کے گھر کا ماحول تھا۔ پاپا جانی کا وقت، وقت پر دیا ہوا اخلاقیات پر لیکچر اور ماما جانی کی گھریلو تربیت نے اس کی شخصیت کو پُراعتماد اور مکمل بنا دیا تھا۔

رابیل ساہیوال آئی تو سامان رکھ کر فوراً اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.paksociety.com

بیسٹ فرینڈ آمنہ کی طرف دوڑ لگا دی جو اُن کے پڑوس میں رہتی تھی۔ دونوں نے بی ایس سی تک اکٹھے پڑھا تھا اب آمنہ کی شادی اس کے کزن کے ساتھ طے ہوگئی تھی۔ اس لیے یونیورسٹی میں دونوں کا ساتھ نہ ہوسکا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اسے آمنہ نظر آگئی تھی۔ جو لان میں پودوں کی کانٹ چھانٹ کررہی تھی۔

''کیسی ہو رابیل؟ تمہارے بغیر دیکھو کن، کن چیزوں میں خود کو الجھا لیا ہے میں نے۔'' گلے ملتے ہی آمنہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

''بس، بس رہنے دو...... اتنا ہی افسوس ہو رہا ہے تو پھر مجھ اکیلی کو جانے ہی کیوں دیا؟ لیکن تمہیں تو شادی کا شوق سوار تھا ناں...... اب سڑتی رہو......''

رابیل کو ابھی تک آمنہ کے لاہور نہ جانے پر غصہ تھا سو آتے ہی اسے سناڈالیں۔

''اچھا چھوڑو ان باتوں کو، اب اتنے دن بعد آئی ہو چلو سکون سے باتیں کریں...... اتنا کچھ ہے تمہیں بتانے کے لیے اور کچھ، کچھ تم سے سننے کے لیے۔'' آمنہ نے رابیل کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کی تو وہ اپنی سہیلی کی اس ادا پر مسکرادی۔

''ہاں تو اب سناؤ لاہور کا کوئی ڈریم مین ملا؟'' آمنہ نے رابیل کا ہاتھ پکڑ کر اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''میں وہاں پڑھنے گئی ہوں...... ڈریم مین ڈھونڈنے نہیں۔''

''اچھا تو جناب ڈریم مین کے لیے آنکھیں کھول کر رکھنا پڑتی ہیں۔ وہ خود تمہارے پاس چل کر نہیں آئے گا۔'' آمنہ نے حسبِ عادت رابیل کو چھیڑا۔

''اچھا چھوڑو اپنے منگیتر کی سناؤ کب آرہا ہے تمہیں لینے۔'' دونوں دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ اس طرح آمنہ سے ایک خوشگوار ملاقات کرکے وہ اپنے گھر آگئی کیونکہ ابھی اسے اپنے پاپا جانی کو اپنے ہاتھ کی کافی بھی پلانی تھی۔

☆☆☆

اب تو وہ سب یونیورسٹی سے مانوس ہوچکے تھے۔ چار ماہ کیسے گزرے پتا بھی نہیں چلا۔ آج رابیل اور زارا کا فرسٹ سمسٹر کا لاسٹ پیپر تھا۔ دونوں آج بہت خوش تھیں کیونکہ دونوں کے پیپرز بہت اچھے ہوئے تھے۔ رابیل اپنی کلاس کی سب سے ہونہار اسٹوڈنٹ تھی۔ پورا ڈیپارٹمنٹ یہ بات جانتا تھا۔ ایک تو وہ... بی ایس سی میں تھی بھی گولڈ میڈلسٹ اور اس یونیورسٹی آنے پر تو اس کے جوہر کھل کر سامنے آرہے تھے۔ وہ اپنی ذہانت کے بل بوتے پر نمایاں مقام حاصل کرچکی تھی۔

وہ دونوں پیپر دے کر ہال سے باہر نکلیں تو موسم بہت حسین ہو رہا تھا۔ آسمان پر کالی بدلیاں اٹھکیلیاں کررہی تھیں۔ ایک تو پیپرز ختم ہونے کی خوشی اوپر سے موسم حسین، دونوں نے کینٹین جانے کا فیصلہ کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کینٹین میں داخل ہوتیں وہی بیسٹ اور یونیورسٹی کا مشہور گروپ اُن کی طرف بڑھا اور ان میں سے حمدان علی شاہ نے انہیں سلام کیا۔

سید حمدان علی شاہ اپنی وجاہت کے علاوہ ذہانت میں بھی بے مثال تھا۔ رابیل کی طرح وہ بھی بہت ذہین اسٹوڈنٹ تھا اور یونیورسٹی کے اکثر اساتذہ اسے اچھے سے جانتے تھے یہی وجہ تھی کہ اینول فنکشن میں اسے ہوسٹنگ کے لیے کہا جاتا لیکن اس سال اساتذہ نے رابیل شاہ کا نام بھی دیا۔ ایز اے کو ہوسٹ...... اسی کی بابت حمدان علی شاہ آج اس کے پاس چلا آیا تھا۔ حمدان علی شاہ کے سلام کا جواب صرف زارا نے دیا جبکہ رابیل نے ایک ناگوار نگاہ اس پر ڈال کر اپنا چہرہ دوسری طرف موڑلیا۔

''ایکسکیوزمی مس رابیل شاہ! مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔'' حمدان نے رابیل کا رویہ نظر انداز کرکے اسے مخاطب کیا۔ جبکہ حمدان تو کسی ایرے غیرے کو بلانا پسند نہیں کرتا تھا مگر رابیل کو دوسری مرتبہ مخاطب کرنے پر حمدان کو ناگوار نہیں گزرا جبکہ گروپ کے باقی ممبرز حیران کھڑے تھے۔

''لیکن مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی۔'' رابیل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کے ری ایکشن پر وہاں موجود بھی لوگ حیران کھڑے تھے۔ رابیل جیسی ویل مینرڈ لڑکی سے کوئی بھی اس طرح کی بدتمیزی کی امید نہیں رکھتا تھا۔ جبکہ رابیل کو تو حمدان پہلے دن سے ہی عجیب لگا تھا کچھ زارا کی باتوں سے بھی رابیل کو حمدان کا غرور ایک آنکھ نہ بھایا۔

حمدان علی شاہ نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں لیکن کہا کچھ نہیں...... نہ جانے وہ کون سا جذبہ تھا جس کے تحت وہ رابیل کو کچھ کہے بغیر چھوڑے جارہا تھا۔ حمدان نے اپنے گروپ کو اشارہ کیا اور وہاں سے چلے گئے۔ حمدان کے فرینڈز اس کے ردِعمل پر حیران تھے تو دوسری جانب زارا، رابیل کے بی ہیویئر پر حیران تھی۔

''تمہیں کیا ہوگیا تھا؟ وہ یونیورسٹی کا سب سے ذہین اور ویل مینرڈ لڑکا ہے اور تم نے بغیر کسی سولڈ ریزن کے اسے سناڈالیں۔ ایسا کیا کہہ دیا تھا اس نے۔ ایک ضروری بات ہی تو کہنا تھی اسے تم سے۔'' ان کے جانے کے بعد زارا نے رابیل سے استفسار کیا اور اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی جبکہ رابیل اس کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال بھی چکی تھی۔

''تمہیں کچھ اور کہنا ہے یا اب چلیں؟''

زارا کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ رابیل جیسی اچھی سلجھی ہوئی لڑکی تو وہ اب کہیں سے نہیں لگ رہی تھی۔

''مجھے تم سے ایسے رویّے کی امید نہیں تھی۔ اس نے صرف بات کرنا تھی، تمہیں کھا نہیں جانا تھا۔'' زارا نے ایک بار پھر رابیل کو قائل کرنے کی کوشش کی مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی۔

''یار زارا، تمہیں پرابلم کیا ہے؟ ہاں...... میں جب اس شخص کے بارے میں کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہ رہی تو پھر تم کیوں اسے بار، بار درمیان میں لا رہی ہو۔ انتہائی فضول لوگوں کو کب سے ڈسکس کرنا شروع کر دیا ہے تم نے؟ چلو اب دیر ہورہی ہے، ابھی سامان بھی اٹھانا ہے پھر بس ہی نہ نکل جائے۔'' ابھی رابیل نے دو قدم اٹھائے ہی تھے کہ زارا نے اس کی کلائی تھام لی۔

''ہم کہیں نہیں جارہے، پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے حمدان میں ایسی کون سی فضولیات دیکھ لیں جن کی بنا پر تم اسے فضول کہہ رہی ہو؟''

''ایک تو مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ تم کیوں اس کی طرف دار بنی ہوئی ہو، خیر میں تمہیں یہ پہلی اور آخری مرتبہ بتا رہی ہوں کہ مجھے اس شخص کی آنکھوں سے فرعونیت ٹپکتی ہوئی نظر آتی ہے، مجھے وہ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ غرور پتا نہیں کس بات کا ہے اس میں بڑا آیا وڈیرا کہیں کا۔'' رابیل نے بھی ایک ہی سانس میں حمدان علی شاہ کے گُن گنوا دیے۔

''کیوں، اس نے تم پر ایسی کون سی نظر بازی کرلی ہے؟'' زارا اب بھی مطمئن نہیں ہوئی تھی اور ہوتی بھی کیسے؟ رابیل کے تمام الزامات مفروضات کی طرح خود ساختہ ہی تھے۔ جو کم از کم زارا کی سمجھ سے باہر تھے۔ اب زارا کو کون سمجھاتا کہ زندگی میں کچھ لوگوں سے بس اللہ واسطے کا بیر ہوجاتا ہے اور رابیل کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ رابیل کو اول روز سے ہی حمدان سے عجیب سی چڑ ہوگئی تھی۔

''میں تمہیں اب کچھ نہیں سمجھا سکتی اور پلیز اب اس بندے کو گولی مارو اور چلو ورنہ بس نکل جائے گی۔''

زارا، رابیل کو یہ بات دوبارہ سمجھانے کا ارادہ ترک کر کے اس کے ساتھ چل پڑی مبادا وہ مزید استفسار پر اسے ہی جھاڑ پلادے۔

☆☆☆

ساہیوال آکر بھی رابیل کا موڈ آف ہی رہا تھا۔ اس فضول شخص کی وجہ سے آج زارا سے بھی تلخ کلامی ہوگئی تھی۔ یہ سوچ، سوچ کر رابیل کو اور بھی غصہ آرہا تھا۔ وہ کب سے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی کڑھ رہی تھی کہ کچن سے ماما جانی اس کے لیے جوس لے کر نکلیں۔

''ارے رابیل جانو، میں کب سے نوٹ کررہی ہوں کہ تم کچھ الجھی، الجھی سی ہو، کیا پرابلم ہے میرا بچہ؟ آپ کو پتا ہے ماما جانی تو آپ کی فرینڈ ہیں، چلو جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے؟'' کچن ونڈو سے وہ رابیل کو نوٹ کررہی تھیں۔ سامنے ٹی وی لگا ہونے کے باوجود

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

وہ غائب دماغی سے دیکھ رہی تھی۔ یہ اس کی بچپن سے عادت تھی کہ اگر کوئی بات بری لگتی تو وہ بات دنوں اس کے حواس پر سوار رہتی۔

"نو ماما جانی! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے، ایوری تھنگ از او کے......"

"اوہ ماما کی جان......" ماما جانی نے اسے پیار سے گلے سے لگا لیا۔

وہ ان کی اکلوتی اولاد ہونے کے ناتے تمام پیار سمیٹتی تھی۔ اسے دیکھ کر شازیہ بیگم کو اپنی ممانی جان یاد آجاتی تھیں یعنی رابیل کی دادو...... وہ ہو بہو اپنی دادو پر پڑی تھی۔ ایک، ایک نقش رب نے بڑی خوب صورتی سے بنایا تھا۔ ویسی ہی بڑی، بڑی غزالی آنکھیں، سرو قد، کمر تک لمبے سلکی چمکتے بال اور ستواں ناک اور ساتھ، ساتھ سنہری رنگت اس کی شخصیت کو مزید جاذب نظر بناتی تھی۔

رابیل نے ماما جانی کو اسے لگاتار دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ ان کی آنکھوں پر رکھا۔

"کیا ماما جانی! آپ کبھی، کبھی مجھے ایسے کیوں دیکھنے لگتی ہیں، جیسے کچھ کھوج رہی ہوں...... میرے چہرے میں کسی اور کا چہرہ ڈھونڈ رہی ہوں؟" وہ رابیل کے اس قدر پرفیکٹ اندازے پر چونکی ضرور تھیں لیکن لمحوں میں ہی سنبھل گئی تھیں۔

"آں ہاں......! ایسا کچھ بھی نہیں ہے، میری بیٹی ہے ہی اتنی پیاری کہ اس کے ایک، ایک نقش کو دل میں اتارنے کو دل کرتا ہے۔" ماما جانی نے پیار سے اس کی پیشانی چوم لی۔

"آں ماما جانی! آپ نے اور پاپا جانی نے مجھے کبھی اپنے رشتوں کے بارے میں نہیں بتایا۔ آپ دونوں ہمیشہ بات ٹال دیتے ہیں یہ کہہ کر کہ ابھی تو تم چھوٹی ہو لیکن اب تو میں یونیورسٹی اسٹوڈنٹ ہو گئی ہوں۔ پلیز اب تو بتا دیں۔" رابیل کو ہمیشہ سے ہی رشتوں کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ اس کی فرینڈز کے کزنز آتے تھے۔ کھیلتے، گھومتے پھرتے تھے۔ پھر ان کے نانا نانی، دادا، دادی ان کو عیدی دینے آتے تو وہ اسکول میں خوشی، خوشی اپنی چیزیں دکھا رہے ہوتے اور رابیل کی آنکھیں پانیوں سے بھر جاتی تھیں۔ وہ اسکول سے واپسی پر پاپا جانی سے استفسار کرتی تھی اور پھر گھر آکر ماما جانی سے بھی سوال کرنا نہیں بھولتی تھی...... لیکن جواب وہی ہوتا تھا۔

"بیٹا ابھی آپ چھوٹی ہو جب بڑی ہو گی تو سب سے ملوائیں گے آپ کو۔" جیسے، جیسے رابیل شاہ بڑی ہوتی گئی اسے سمجھ آتی گئی کہ کوئی ایسا حادثہ یا کوئی ایسی بات ماضی میں ضرور ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے یہ رشتے اس سے دور ہو گئے ہیں لیکن ایک تسلی بھی تھی کہ بڑے ہو کر یہ رشتے مل جائیں گے اور پھر وہ اپنے دادا، دادی اور نانا، نانی سے بہت سی عیدی لیا کرے گی اور اپنی فرینڈز کو دکھایا کرے گی لیکن اب جب وہ بالغ ہو گئی تھی تب بھی ماما جانی اور پاپا جانی اسے بتانے سے انکاری تھے۔ آج ماما جانی کا انکار سن کر اسے دلی دکھ ہوا تھا لیکن اس نے سوچا کہ اگر یہ رشتے اچھے ہوتے تو ضرور میرے پاس بھی ہوتے شاید انہوں نے ماما جانی اور پاپا جانی کے ساتھ کچھ برا ہی کیا ہو گا جو آج دونوں ان رشتوں کے بارے میں سننا بھی پسند نہیں کرتے۔

ماما جانی اسے سوچوں میں گم چھوڑ کر کچن میں ہانڈی دیکھنے کے لیے جا چکی تھیں۔ اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تو وہ بھی اپنے کمرے کی طرف آرام کی غرض سے چل دی۔

☆☆☆

"یار حمدان غصہ تھوک دے۔ وہ ایک لڑکی ہے، اس سے بدلہ لے کر تو کیا کرے گا اور پھر سب کو تمہاری عادات کا علم ہے، اس کے کہہ دینے سے تم برے تو نہیں بن سکتے ناں......" معیز پچھلے دو گھنٹوں سے اسے سمجھانے میں اپنا سر کھپا رہا تھا لیکن حمدان بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ اس کے سر پر رابیل شاہ سے بدلہ لینے کی دھن سوار ہو گئی تھی اور اب اس کا اپنے ہدف سے پیچھے ہٹنا ناممکن ہی لگتا تھا۔ اول تو وہ کسی کو بلاوجہ چھیڑتا نہیں تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اب جبکہ شروعات رابیل کی طرف سے ہوئی تھیں اور وہ بھی بلا کسی وجہ کے تو حمدان کا غصہ سوا نیزے پر تھا۔

کچھ اس کی رگوں میں خاندانی خون دوڑ رہا تھا جو اپنا بدلہ لیے بنا ٹلتے نہیں تھے۔ بدلہ لینے پر آتے تو جان لیے بنا نہیں ٹلتے تھے لیکن اس وقت حمدان جان لینے سے پرے کچھ مختلف سوچ رہا تھا۔ رابیل نے بغیر کسی وجہ کے اس کی عزت اور وقار کو کرچی کرنے کی کوشش کی تھی۔ حمدان کو تو اساتذہ بھی بہت عزت دیتے تھے۔ ایک تو وہ تھا ہی ذہین اور فرمانبردار اور دوسرے وہ کسی کے لیے اذیت کا باعث نہیں بنتا تھا۔ وہ جس نہج پر اب سوچ رہا تھا اس پر تو کسی کا دھیان جا ہی نہیں سکتا تھا۔

''تم اس انسلٹ کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے جو بیچ چوراہے پر مجھے محسوس ہوئی ہے۔'' حمدان کا غصہ کسی طور کم نہیں ہونے آ رہا تھا۔

''یار تو سمجھنے کی کوشش تو کر...... یار کون پاگل لڑکیوں سے بدلہ لیتا ہے اور پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ اس کی عزت بھی بیچ چوراہے پر بکھیرنا...... دیکھ وہ لڑکی ہے، اسے بہت فرق پڑے گا، تو، تو لڑکا ہے تجھے نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ تجھ پر کوئی انگلی اٹھانے والا ہے۔''

حمدان نے معیز کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو معیز کے پسینے چھوٹ گئے کیونکہ وہ خود بہنوں والا تھا اور وہ سمجھ سکتا تھا کہ رابیل کے ساتھ جو کچھ حمدان کرنے جا رہا ہے اس سے رابیل کی زندگی محدود اور مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔

''تو اپنا لیکچر بند کر اور بتا کہ تو میرا ساتھ دے رہا ہے یا نہیں۔'' حمدان کو معیز کا سمجھانا سخت زہر لگ رہا تھا کیونکہ وہ کچھ بھی سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

معیز کے تو پسینے چھوٹے ہوئے تھے کیونکہ اس نے کبھی ایسا کام نہیں کیا تھا۔ کیا تو حمدان نے بھی ایسا کچھ نہیں تھا معیز، حمدان کو بچپن سے جانتا تھا، دونوں اکٹھے بورڈنگ میں پڑھتے تھے اور کلاس فیلوز ہونے کے ساتھ ایک دوسرے کے بہترین دوست تھے۔ کالج میں بھی دونوں نے ایک سے سبجیکٹس رکھے تھے پھر یونیورسٹی آ کر ان کی دوستی عزیر سے ہوئی وہ بھی انہی کی طرح پڑھاکو اور نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا اسٹوڈنٹ تھا۔ جب وہ تینوں ایم ایس سی میں آئے تو آذر اور عمیر سے ان کی دوستی ہوئی۔

سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ اس طرح سے ان پانچ لڑکوں کا ایک گروپ بن گیا تھا جو یونیورسٹی میں اپنی قابلیت کے بل بوتے پر جانے پہچانے جاتے تھے۔ وہ سب اپنے گروپ میں تو بہت شرارتیں کرتے تھے لیکن دوسروں کو بہت کم ہی شامل کرتے تھے۔ اس لیے سب ان کو تھوڑا مغرور سمجھتے تھے حالانکہ ضرورت پڑنے پر یہ لوگ سب کی مدد بھی کھلے دل سے کرتے تھے۔ ان میں کبھی کسی نے کوئی غلط عادت نہیں دیکھی تھی۔

تبھی تو حمدان کی بات سن کر معیز کو دکھ ہوا تھا کیونکہ ان سب نے تو کبھی کچھ ایسا غلط سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ بات صرف حمدان اور معیز کے درمیان تھی۔ حمدان ہمیشہ اپنی ذاتی بات معیز سے شیئر کرتا تھا کیونکہ وہ دونوں بچپن کے دوست تھے۔

''تو غلط کر رہا ہے ایک بار پھر سوچ لے یار، ایسے جذبات میں آ کر بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔'' معیز نے ایک بار پھر حمدان کو سمجھانے کی کوشش کی جو رائگاں ہی گئی۔

''تو میرا ساتھ دے رہا ہے کہ نہیں؟ بس مجھے اتنا بتا دے۔'' حمدان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رابیل جیسی ضدی چڑیا کے پر کاٹ ڈالے اور اسے بے بس کر دے۔

''اوکے یار! کول ڈاؤن...... میں نے تجھے کبھی انکار کیا ہے۔'' معیز نے آخرکار ہتھیار ڈال ہی دیے۔ اگر وہ نہ بھی مانتا تو بھی حمدان نے کون سا اپنی سوچ کو عملی جامہ نہیں پہنانا تھا۔

''یہ ہوئی ناں بات! مجھے یقین تھا کہ تو انکار کر ہی نہیں سکتا۔''

''چل یار تجھے کچھ کھلاؤں پھر مجھے اپنے مشن پر کام بھی شروع کرنا ہے۔'' حمدان تو اس وقت کا سوچ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کر خوش ہو رہا تھا جب رابیل شاہ بے بس ہو کر اس کے سامنے گڑگڑا رہی ہوگی۔ جبکہ معیز بڑی پُرسوچ نگاہوں سے حمدان کو دیکھ رہا تھا۔ اس دوست کو جس نے کبھی چیونٹی کا بھی دل نہیں دکھایا ہوگا اور اب بدلے کی آگ اسے کس حد تک لے آئی تھی۔

ٹھہرے پانی میں پتھر نہیں پھینکنے چاہئیں ورنہ چھینٹے تو آپ پر پڑیں گے ناں اور کبھی، کبھی خاموش جھیل میں کنکر پھینکنے سے آپ پر پڑنے والے چھینٹے آپ کے کپڑوں کے ساتھ، ساتھ وجود کو بھی داغ دار کر جاتے ہیں اور ایسے داغ سیاہ داغوں کی طرح ان مٹ ہوتے ہیں جو آپ کے وجود پر اس طرح سے ثبت ہو جاتے ہیں کہ دوست احباب بھی آپ کو پہچاننے سے انکاری ہو جاتے ہیں۔ حمدان علی شاہ اور رابیل شاہ کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اول تو حمدان کسی کو تکلیف نہیں دیتا تھا لیکن اب تو رابیل شاہ نے خود اسے پکارا تھا...... بلکہ للکارا...... آبیل مجھے مار کی طرح...... اور یہ پکارنا رابیل شاہ کو بہت مہنگا پڑنے والا تھا۔

☆☆☆

ساہیوال سے واپسی پر بھی سارا راستہ رابیل اپنے رشتے داروں کے بارے میں ہی سوچتی رہی تھی...... بس اسٹاپ سے یونیورسٹی ہاسٹل جاتے ہوئے بھی وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ اسے اپنے قریب رکتی پراڈو کا بھی اندازہ نہیں ہوسکا۔ ہوش میں تو وہ تب آئی جب دو آدمیوں نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر پراڈو میں کھینچ ڈالا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے کچھ سمجھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ ایک آدمی نے اس کے چہرے پر رومال رکھ دیا جس سے وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔

''اُف...... آآآ...... ماما جانی؟ پاپا جانی...... آآ......'' ہوش کی دنیا میں واپس آتے ہی اس نے اپنے جان سے پیارے ماما اور پاپا کو پکارنا شروع کر دیا تھا کیونکہ اسے اپنے پورے جسم میں بہت درد محسوس ہو رہا تھا لیکن آنکھیں کھلنے کی دیر تھی اس نے جب خود کو غیر مانوس ماحول میں پایا تو سب کچھ اسے آہستہ، آہستہ یاد آنے لگا تھا کہ کس طرح وہ یہاں پہنچی تھی۔

''یعنی کہ میں اغوا ہو چکی ہوں...... اُف...... لیکن یہ سب کون کرے گا؟ میں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا...... ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھا ہے۔'' رابیل شاہ کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ اغوا ہو چکی ہے۔

''اور میرے ماما جانی اور پاپا جانی...... وہ...... وہ کیسے یہ خبر سن پائیں گے...... لڑکی کے لیے تو یہ داغ بن جاتا ہے کہ وہ اغوا ہوئی ہے پھر میرے ماما اور پاپا جانی کیسے برداشت کریں گے؟ اے میرے اللہ یہ کیا ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔'' سوچوں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جو رابیل کو رونے اور چیخنے چلانے پر مجبور کر رہا تھا۔ سب سوچ، سوچ کر رابیل کو لگ رہا تھا کہ اس کے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی۔

ایک دم ہی اسے کچھ خیال آیا جس کے تحت اس نے کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اس وقت وہ بہت ہی نفیس اور خوب صورت بیڈ پر موجود تھی۔ حد سے زیادہ خوب صورت اور اسٹائلش پردے اور ان سے ہم رنگ قالین اور کمرے میں موجود ڈیکوریشن پیس بہت اعلیٰ ذوق کا نمونہ پیش کر رہے تھے۔ رابیل نے بھاگ کر کھڑکی دیکھنے کی کوشش لیکن یہ کیا کھڑکی پر تو بہت مضبوط جنگلا لگا ہوا تھا۔ باہر بہت اندھیرا تھا اور شکاری کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

''میں دوپہر دو بجے بس سے اتری تھی اور اب رات کا پہر ہے...... یعنی مجھے آدھا دن گزر گیا یہاں آئے ہوئے...... اُف میرے خدایا۔'' اس نے اپنا سر تھام لیا۔

''سب میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟'' رابیل کو اس سوچ کے ساتھ، ساتھ ڈر بھی لگ رہا تھا کیونکہ باہر بارش شروع ہو چکی تھی اور اسے رات کی بارش سے بہت خوف آتا تھا۔ بادل کی گرج اور چمک سے اس کا دل دہل جاتا تھا۔ جب بھی رات کو ایسی بارشیں اور گرج چمک ہوتی تو ماما جانی اس کے کمرے میں آکر اسے اپنی نرم، نرم آغوش میں چھپا لیتی تھیں لیکن اب وہ تنہا تھی۔ رابیل کو یہ سوچ کر اور بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

شدت سے رونا آرہا تھا اب اس کی حالت بہت خراب ہورہی تھی۔ کمرے میں پانی نام کی کوئی شے نہیں تھی اور وہ صبح سے بھوکی پیاسی تھی۔ اس پر پھر سے غنودگی طاری ہورہی تھی۔ شاید اس رومال والے نشے کا اثر تھا کہ وہ دوبارہ نیم بے ہوش ہوچکی تھی۔ اسے دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو اس نے اپنی آنکھیں بھرپور کوشش سے پوری کھولیں۔ کھڑکی سے آتی روشنی اسے صبح کا سلام پیش کررہی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی دروازے پر پڑنے والی رابیل کی نظر پلٹنا بھول گئی تھی۔ دروازے پر تو سید حمدان علی شاہ اپنی تمام تر وجاہت سمیت کھڑا تھا اور رابیل کی ہونق بنی شکل دیکھ کر مسکرارہا تھا لیکن رابیل کو تو اس کی ہنسی مکروہ لگ رہی تھی۔

''تت......تم! تم ...... کیسے یہ سب...... کیوں......؟ تم نے ایسا کیوں کیا؟'' روتے، روتے رابیل کو وہ سب ایک دم یاد آگیا تھا۔ ہاں وہ یونیورسٹی کا دن...... اُف تو اس نے اس دن کا بدلہ لینے کے لیے یہ گھٹیا حرکت کی۔

''میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے......؟ ہاں؟ اگر تم اس دن کی بات کو لے کر یہ سب کررہے ہو تو دیکھو میں تم سے معافی مانگ لیتی ہوں...... مجھے جانے دو پلیز......تم نہیں جانتے لڑکی کی عزت کیا ہوتی ہے......پلیز......'' اور کوئی موقع ہوتا تو رابیل، حمدان کو دوچار تھپڑ رسید کرتی لیکن اب تو وہ اس کی قید میں تھی اور اسے اس قید سے جلد از جلد چھٹکارا پانا تھا۔

''پہلی بات تو یہ کہ اب تم یہاں سے جب تک میں نہ چاہوں کہیں بھی نہیں جاسکتیں اور ہاں اگر تم نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا......دوسری بات عزت......ہا......ہا تو مس رابیل شاہ عزت کا تو آپ کو خود نہیں پتا کہ کیا ہوتی ہے اور ویسے بھی اب تو تمہیں سب لوگ میری عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ سو...... اپنی عزت کی تو تم فکر مت کرو......وہ میری امانت......'' حمدان نے بڑے تحکمانہ انداز سے رابیل کو سب کچھ یاد کروانے کی کوشش کی۔

''اس سب بکواس کا کیا مطلب ہے تمہارا؟'' اس کی باتوں سے مطلب اخذ کرکے رابیل کے تو چھکے چھوٹ گئے تھے۔

''وہ ہی جو مطلب تمہیں سمجھ آیا ہے۔ اچھا پہلے یہ کھانا کھالو پھر تمہیں اپنے سب مطلب سمجھادیتا ہوں۔'' حمدان نے کھانے سے بھری ٹرے اس کے سامنے رکھ دی جسے رابیل نے بڑے زور سے زمین پر دے مارا تھا۔

''تڑاخ......'' حمدان کا ہاتھ بے ساختہ ہی اٹھا تھا اور رابیل کا چہرہ سرخ کرگیا تھا...... ہاتھ اتنا بھاری پڑا تھا کہ رابیل کا سر سائڈ ٹیبل کے کارنر سے لگا تھا اور وہ درد سے بلبلا اٹھی تھی جبکہ اس کا چہرہ لمحوں میں خون سے تر ہوگیا تھا۔

حمدان نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے تھاما تھا اور رابیل، حمدان کی بانہوں میں ہی جھول گئی تھی۔

☆☆☆

رابیل کی آنکھ کھلی تو اس نے کراہ کر پانی کی ضرورت محسوس کی۔ جس پر قریب کرسی پر بیٹھے حمدان نے سائڈ ٹیبل پر رکھے جگ میں سے گلاس میں پانی انڈیلا اور رابیل کے آگے کیا۔ اس نے گلاس پکڑنے کی کوشش کی لیکن سر کا درد اتنا شدید تھا کہ وہ اٹھنے سے قاصر تھی جس پر حمدان نے اسے کمر سے پکڑ کر سہارا دیا اور پانی کے چند گھونٹ اسے پلائے۔

اگر رابیل اس حال میں نہ ہوتی تو کبھی وہ یہ سب برداشت نہیں کرتی لیکن ایک تو سر میں شدید درد اوپر سے اس ظالم کی قید...... رابیل کو اپنی بے بسی پر جی بھر کے رونا آیا۔

حمدان دیکھ رہا تھا کہ گزشتہ دو دن سے رابیل کی حالت کیسی دگرگوں ہوگئی تھی۔ گلابی، گلابی گال اب بخار میں ہونے کے باوجود پیلے، پیلے سے ہوگئے تھے۔ حمدان کے دل کو کچھ ہوا تھا لیکن وہ جلد ہی سنبھل گیا۔

''رابیل شاہ...... رونا بند کرو اور یہ کھانا کھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

لو......" جب سے رابیل یہاں آئی تھی تب سے اس نے صرف ایک گلاس پانی ہی پیا تھا۔ یعنی اس نے مسلسل دو دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔

"نہیں، میں یہ نہیں کھا سکتی...... پلیز تمہیں رب کا واسطہ...... مجھے جانے دو۔"

"دیکھو اگر تم یہ کھانا نہیں کھاؤ گی تو میں تمہیں یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔"

"او کے، تم وعدہ کرو کہ میرے کھانا کھا لینے کے بعد تم مجھے چھوڑ دو گے؟"

"وعدہ نہیں کرتا ہاں کوشش ضرور کروں گا۔" ابھی تو حمدان نے اپنا پلان پورا کرنا تھا وہ کیسے جانے دے سکتا تھا رابیل کو......

"تم مجھے بتا کیوں نہیں دیتے کہ کیوں لائے ہو مجھے یہاں؟" رابیل نے روتے ہوئے حمدان سے استفسار کیا تھا۔

"پہلے تم کھانا ختم کرو...... پھر تمہیں سب کچھ بتا دوں گا وعدہ......" حمدان نے بھی سوچا کہ چلو جلد ہی کام پورا ہو جائے گا اور پھر اسی بہانے یہ لڑکی کچھ کھا ہی لے گی۔

رابیل یہ سن کر کھانا کھانے لگی لیکن اس سے نوالے حلق سے نیچے اتارے نہیں جا رہے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے گلے میں کانٹے اُگ آئے ہوں لیکن پھر بھی اس نے تھوڑا بہت کھانا زہر مار کر ہی لیا تھا کچھ تو وہ بھوکی بھی تھی اور کچھ اسے کچھ وجوہات جاننے کی بھی جلدی تھی۔

"پلیز اب بتا دو، یہ سب کیوں کر رہے ہو؟" رابیل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے اپنی غلطی پتا چلے جس کی سزا میں اسے یہاں لایا گیا تھا۔

"ہاں تو اب تم میری بات تحمل سے سننا...... تمہیں اپنی عزت کا بہت خیال ہے ناں تو اب تم میری عزت بن جاؤ...... تمہاری عزت کی ذمے داری بھی میرے ذمے آ جائے گی...... اور ہاں جواب ہاں میں ہی ہونا چاہیے ورنہ تم جانتی ہو کہ یہ کام کیسے پتا میں تمہیں یہاں سے جانے ہی نہیں دوں گا۔" حمدان کا ڈھکا چھپا مطالبہ سن کر رابیل تو بے ہوش ہوتے، ہوتے بچی تھی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ حمدان ایسا کچھ کرے گا کیونکہ اگر رابیل کو حمدان سے کوئی چڑ بھی تو وہ جانتی تھی کہ وہ اس کے اپنے دماغ کا فتور ہے اور اتنا تو وہ علم رکھتی تھی کہ حمدان یونیورسٹی کا اچھا اسٹوڈنٹ تھا۔

حمدان کے مطالبے نے اسے بہت سے پہلوؤں پر سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگر وہ یہ سب نہ کرتی تو حمدان اسے جانے نہیں دیتا اور پھر ایسی صورت میں اس کے ماما، پاپا کیسے جی پاتے جن کی اکلوتی پونجی ہی وہ تھی۔ ان سب پہلوؤں کو دیکھتے سوچتے ہوئے اس نے حمدان کو ہاں کر دی تھی اور اس کے علاوہ کوئی آپشن بھی تو نہیں تھا۔

لیکن حمدان کو رابیل کی ہاں کھٹکی تھی...... وہ کیسے اتنی جلدی مان گئی یہ حمدان کی سمجھ سے باہر تھا۔ خیر اس نے یہ سب سوچیں فوراً سے جھٹک ڈالیں کیونکہ اس کا مقصد تو رابیل کو بے بس کرنا تھا اور اپنے پنجرے میں قید کرنا تھا۔ جس طرح رابیل نے اسے بے عزت کیا تھا اسی طرح اب وہ بھی رابیل کو تاعمر بے بس ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ اس پر خوشیوں کے دروازے بند کر دینا چاہتا تھا۔ یہ سب حمدان شاہ کے مزاج کے بالکل برعکس تھا لیکن بدلے کی آگ کب کسی کو کچھ سوچنے کے قابل چھوڑتی ہے۔

اگلے چند گھنٹوں میں رابیل کی زندگی بدل گئی تھی۔ وہ رابیل منہاج شاہ سے رابیل حمدان علی شاہ بن گئی تھی۔ سائن کرتے ہوئے اسے اپنی بے بسی اور اکیلے پن پر بہت رونا آیا۔ ایسا کیا تھا جو رابیل یہ سب کرنے پر تیار ہو گئی تھی۔ یہ خود رابیل بھی نہیں جان پائی تھی۔

"پلیز اب تو مجھے جانے دو......" حمدان کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر رابیل نے پھر سے اس کی منت کی۔

جوں، جوں حمدان بیڈ کے قریب آ رہا تھا ویسے، ویسے رابیل کا دل دھڑک رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''دیکھو میں نے تمہارا کہا مان لیا ہے لیکن اس سے آگے کچھ نہیں مان سکتی، پلیز مجھ سے دور رہو......''

''ہا...... مسز رابیل حمدان شاہ کو کتنی خوش فہمی ہے اپنے بارے میں...... تم میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے کہ تمہارے قریب آیا جائے بلکہ مجھے تو تمہارا وجود ہی برداشت نہیں تو تمہیں چھونا تو دور کی بات ہے۔''

حمدان بول نہیں رہا تھا بلکہ پھنکار رہا تھا۔

''تو پھر تمہیں مجھے اس بندھن میں باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''صرف اور صرف تمہیں اپنی نظروں کے سامنے بے بس دیکھنے کے لیے اور شاید دنیا کے سامنے بےعزت کرنے کے لیے...... تمہیں بہت اچھا لگتا ہے ناں کہ لوگ تمہیں نیک و پارسا جانیں تو دیکھو اب لوگ کیا کہیں گے۔'' وہ مکروہ ہنسی ہنسا تھا۔ رابیل کا اندر تک جل اٹھا تھا۔

''اب کرو مجھ سے بدتمیزی...... منہ توڑ دوں گا میں تمہارا......'' حمدان نے رابیل کا چہرہ اپنے ہاتھ سے اتنی زور سے دبایا کہ رابیل کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

''چلو آؤ میں تمہیں چھوڑ آؤں اور ہاں...... یہ بات ذہن نشین کرلو کہ آئندہ کسی بھی لڑکے سے بدتمیزی مت کرنا ورنہ نتیجہ تم دیکھ ہی چکی ہو۔'' رابیل کو تو کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا تھا اسے اب حمدان کی باتوں سے کوئی سروکار نہیں رہا تھا کیونکہ زندگی تو وہ اس کی برباد کرہی چکا تھا۔ اسے زارا کی، یونیورسٹی کی، لوگوں کی کوئی فکر نہیں تھی...... اسے بس اپنے ماما، پاپا کی فکر ستارہی تھی کہ وہ کس حال میں ہوں گے...... وہ اس سے کیسا سلوک کریں گے۔ لیکن اسے ایک یقین بھی تھا کہ ماما، پاپا اس کی بات سنیں گے...... انہیں رابیل پر یقین ہوگا کیونکہ زندگی میں کبھی کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف نہیں کیا تھا اور پھر وہ کردار کے لحاظ سے کوئی گری ہوئی لڑکی نہیں تھی۔ اسے اپنے پاپا، ماما پر پورا یقین تھا کہ وہ اسے سنبھال لیں گے۔

☆☆☆

''تمہیں کہاں ڈراپ کروں؟'' کار اسٹارٹ کرتے ہی حمدان نے رابیل سے پوچھا جو کسی گڑیا کی طرح خاموش بغیر پلکیں جھپکائے بیٹھی تھی۔

''او ہیلو...... میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں......''

حمدان نے رابیل کی آنکھوں کے سامنے اپنا ہاتھ لہرایا تو وہ دنیا میں واپس لوٹی تھی۔

''کہیں بھی اتار دو...... اب زندگی میں کوئی بھی راستہ مجھے سرخرو نہیں کر پائے گا۔''

''اور میں ایسا چاہتا بھی نہیں ہوں۔'' حمدان نے بڑی بے رحمی سے یہ الفاظ ادا کیے تھے۔ حمدان نے یونیورسٹی سے تھوڑا پہلے ہی کار روک دی تھی مگر رابیل کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔

''چلو اترو بھی اب......'' حمدان نے رابیل کو بازو سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا تھا۔

رابیل بنا اس کی طرف دیکھے کار سے نیچے اتر گئی تھی۔

''اور یہ اپنا بیگ بھی لیتی جاؤ۔'' حمدان نے اسے اس کا بیگ دینے کے لیے پیچھے سے ہانک لگائی۔ رابیل نے پلٹتے ہی بیگ گاڑی کی سیٹ سے اٹھالیا تھا۔

رابیل کے پلٹنے پر حمدان کی نظر اس کے چہرے پر پڑی تھی اور پلٹنا بھول گئی تھی، کچھ تو تھا جو رابیل کے چہرے کو حمدان کے لیے خاص بنا گیا تھا۔ بس ایک لمحہ تھا وہ...... حمدان کے دل میں کچھ، کچھ ہوا تھا رابیل کے پیلے، پیلے نقوش کو دیکھ کر...... سرخ ہوتی ناک کو دیکھ کر...... ادھ اوڑھے دوپٹے میں رابیل کے بکھرے بالوں کو دیکھ کر...... کیا حال ہوگیا تھا رابیل کا صرف اس کی وجہ سے...... حمدان ابھی ملال کی وادی میں قدم رکھنا ہی چاہتا تھا کہ خودساختہ انا نے راستہ روک لیا۔

''نہیں...... یہ سب تو ہونا ہی تھا...... ہر چیز کا بدلہ تو لازم ہے۔'' حمدان نے تمام خیالات کو جھٹکتے ہوئے گاڑی آگے بڑھالی۔

☆☆☆

ہاسٹل وارڈن نے رابیل کو آڑے ہاتھوں لیا تھا اور یونیورسٹی سے نکال دیے جانے کے سنگین نتائج سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بھی آگاہ کر دیا تھا۔ وہ حیران تھی کہ کسی کو کچھ خبر نہیں تھی تو پھر......؟ اب رابیل کے پاس گھر جانے کے علاوہ کوئی چارا نہیں تھا۔ زارا سے بھی ملنے کی کوشش کی لیکن وارڈن نے اس سے بھی نہیں ملنے دیا۔ یہ کہہ کر کہ ”تم باقی گرلز کو بھی خراب کرو گی، نہ جانے کہاں رہیں گھر والے بھی پتا کرتے رہے۔“ وہ اپنے ماما، پاپا کے خیال سے کانپ گئی تو کیا ان کو بھی پتا چل چکا تھا کہ وہ ہاسٹل میں نہیں تھی۔

لاہور سے ساہیوال تک کا سفر آج سے پہلے کبھی اتنا طویل نہیں لگا تھا لیکن اب تو یہ سفر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ رابیل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر اپنے گھر پہنچ جائے اور اس بات کا یقین کر لے کہ اس کے ماما، پاپا کو اپنی بیٹی پر بھروسا ہے اور وہ اسے لوگوں کی طرح بے عزت نہیں کریں گے مگر......!

چار دن غائب رہنے کے بعد وہ آج اپنے گھر کی دہلیز پر کھڑی تھی مگر اسے کسی انہونی کا احساس ہو رہا تھا۔ گیٹ کھلا تھا...... چوکیدار موجود نہیں تھا۔ لان میں سفید چادر بچھی تھی جس پر جا بجا کھجور کی گٹھلیاں پڑی تھیں اور بہت سے مرد حضرات گٹھلیوں پر کچھ پڑھنے میں مصروف تھے۔

اس کے قدم یہ سب دیکھ کر ڈگمگائے تھے لیکن وہ ہمت مجتمع کرتے ہوئے اندر لاؤنج تک آئی۔ وہاں خواتین بیٹھی قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھیں پھر اچانک سامنے سے آتی ہوئی آمنہ دکھائی دی۔

”رابیل کہاں تھیں تم......؟“ آمنہ نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے سوال کیا۔

”یہ سب کیا ہے؟ ماما جانی اور پاپا جانی کہاں ہیں؟“ رابیل کو بہت عجیب لگ رہا تھا۔ ابھی تک اس نے اپنے پاپا جانی اور ماما جانی کو نہیں دیکھا تھا۔ آمنہ نے اسے کندھوں سے تھاما۔

”رابیل حوصلے سے سنو انکل، آنٹی کا تو تین روز پہلے ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا، ہم نے تمہیں کانٹیکٹ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن تمہارا سیل فون آف تھا اور یونیورسٹی میں تم نہیں تھیں پھر تمہارا انتظار کیا گیا لیکن انکل، آنٹی کی ڈیڈ باڈیز اس قابل نہیں تھیں کہ انہیں زیادہ دیر رکھا جاتا۔ سو ہمیں انہیں ان کی آخری آرام گاہ پہنچانا پڑا...... بہت افسوس ہوا...... لیکن تم......“ آمنہ، رابیل کی طرف نظریں کیے بغیر ہی اسے روح فرسا خبر سنا رہی تھی لیکن جیسے ہی آمنہ کی نظر رابیل کے پھیکے چہرے پر پڑی تو زبان تالو سے لگ گئی اور اگلے ہی لمحے رابیل پورے قد سے زمین پر آ گری تھی۔

☆☆☆

ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔ زندگی بہت پھیکی لگنے لگی تھی۔ زندگی کے سب رنگ عجیب لگنے لگے تھے۔ رابیل...... رنگوں سے پیار کرنے والی لڑکی...... رنگوں سے بھاگنے لگی تھی۔ رابیل کو جب کچھ سمجھ آنے لگا، تب تک سب لوگ رخصت ہو چکے تھے۔ صرف آمنہ اور اس کے امی، ابو رہ گئے تھے۔ آگے زندگی اکیلے کیسے کٹنی تھی...... یہ سوچ رابیل کو بستر سے اٹھنے نہیں دے رہی تھی۔ جان سے پیارے والدین کی وفات پر کون، کون آیا تھا...... تدفین کیسے کی گئی۔

سوائے چند جاننے والوں کے اور کوئی رشتے دار نہیں آیا تھا۔ کوئی بھی پروفیسر صاحب کے خاندان کو نہیں جانتا تھا۔ صرف پروفیسر صاحب کے کولیگز، اسٹوڈنٹس اور چند ایک آس پڑوس کے لوگ ہی تدفین میں شامل ہوئے تھے۔ یہ سب آمنہ ہی کی بدولت رابیل کو پتا چلا تھا۔

آمنہ نے رابیل سے بہت پوچھا کہ وہ کہاں تھی یا اگر کوئی پریشانی کی بات ہے تو بھی بتا دے وہ اور اس کے والدین اس کا پرابلم حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے لیکن رابیل کے منہ پر پڑے قفل نہیں ٹوٹے...... پھر آمنہ نے بھی استفسار کرنا چھوڑ دیا تھا۔

مسٹر اینڈ مسز منہاج علی شاہ کو دنیا سے گئے بیس دن سے اوپر ہو گئے تھے۔ رابیل کو تو دنیا کی کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ اپنے کمرے میں لیٹی رہتی۔ آمنہ ہی تھی جو اس کا کسی بچے کی طرح خیال رکھ رہی تھی۔ وہ دن رات

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اس کے ساتھ تھی۔ گھر میں ایک گارڈ، اس کی آیا اماں جو کچن سنبھالتی تھیں اور گھر کی صفائی کی ذمے داری بھی انہی کی تھی اور ان کے شوہر شرفو بابا جو باہر سے ضرورت کا سامان لا دیتے تھے یا لان کو دیکھتے تھے۔ یہ فیملی شروع سے ہی سرونٹ کوارٹر میں رہائش پزیر تھی اور گھر کے افراد ہی کی طرح تھے۔ رابیل کو ماما جانی سے زیادہ شریفاں اماں نے پالا تھا۔ اب بھی شریفاں اماں، رابیل کی حالت دیکھ کر بہت پریشان تھیں۔

''رابیل...... میری دھی! ایسا کب تک چلے گا؟ کمرے سے تم باہر نہیں نکلتیں، کپڑے تم نے سفید اور کالے پہننے شروع کر دیے ہیں، میری دھی! زندگی اسی کا نام ہے، ایک نہ ایک دن ہم سب کو اس رب سوہنے کے پاس جانا ہے...... کوئی پہلے تو کوئی بعد میں جائے گا۔ میری دھی سنبھال خود کو...... ابھی تو تیرا پورا جیون پڑا ہے۔'' اماں شریفاں نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی رابیل کو سینے میں بھینچ کر پیار سے سمجھانے کی کوشش کی تو اس کی سسکیاں نکل گئیں۔ آج اس کے آنسو کھل کر برسے تھے۔ آخری بار، وہ حمدان کے آگے گڑگڑائی تھی اور دوبارہ اب رو رہی تھی۔

''نہ میری دھی...... ! روتے نہیں ...... جانے والوں کی روح کو دکھ ہوگا۔ ان کی روحیں بے قرار ہوں گی۔''

''اماں کیوں چلے گئے ماما جانی اور پاپا جانی...... انہیں پتا بھی تھا کہ ان کی رابیل کا ان کے علاوہ اس دنیا میں کوئی بھی نہیں......'' رابیل نے اماں شریفاں کا جھریوں بھرا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا۔ اماں کیا جواب دیتی...... وہ جانتی تھی کہ رابیل اکیلی نہیں ہے، رشتے دار موجود ہیں لیکن ان کا کسی کو علم نہیں کہ وہ سب کہاں ہیں۔ رابیل کی ماما جانی اکثر ان سے اپنے رشتے داروں کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ لیکن کبھی انہیں ان کے شہر کا نہیں بتایا۔

اماں شریفاں بہت نیک خاتون تھیں تو شرفو بابا بھی عاجزی و انکساری میں کچھ کم نہیں تھے...... دونوں کو رابیل کی بہت فکر تھی...... جوان بچی تھی...... منہاج صاحب نے بہت کچھ چھوڑا تھا رابیل کے لیے...... لیکن ایک لڑکی کی زندگی صرف پیسے پر تو نہیں بسر ہوتی، اسے ایک مضبوط سائبان کی بھی ضرورت ہوتی ہے ورنہ اس دنیا کے بھیڑیے اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیں۔

لیٹے، لیٹے رابیل کو اچانک حمدان کا خیال آیا تھا۔ ''ہاں وہی ہے اس سب کا ذمے دار...... میری بربادی کا اور ماما جانی، پاپا جانی کی موت کا ذمے دار، نہ وہ میرے ساتھ ایسا کرتا، نہ ماما جانی اور پاپا جانی کو میرے اغوا کی خبر ملتی اور نہ ان کا ایکسیڈنٹ ہوتا۔'' سوچ تو رابیل ٹھیک رہی تھی لیکن مسٹر اینڈ مسز منہاج کا تو رب کی طرف سے لکھا ہی یوں ہوا تھا اور لکھے ہوئے کو کون ٹال سکتا ہے اور پھر موت کا تو ایک بہانا بننا ہوتا ہے۔ موت تو برحق ہے، یہ سوچتے ہوئے رابیل کو حمدان سے بہت نفرت محسوس ہوئی تھی اور خود سے اس سے بھی زیادہ نفرت اس کاغذی تعلق کی بنا پر جو حمدان اس سے زبردستی قائم کر چکا تھا۔ اس لمحے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔

کیا جانتی تھی وہ حمدان علی شاہ کے بارے میں؟ کچھ بھی تو نہیں سوائے اس کے کہ وہ یونیورسٹی کا ہونہار اور اساتذہ کا ہر دل عزیز اسٹوڈنٹ تھا۔ وہ کہاں کا رہنے والا تھا، اس کا خاندان کیسا تھا؟ اس کا کانٹیکٹ نمبر؟ کچھ بھی تو نہیں تھا اس کے پاس...... یعنی وہ تہی داماں رہ گئی تھی۔ زندگی کی بازی، خوشیوں اور امیدوں کی بازی ہار گئی تھی وہ...... !

''سید حمدان علی شاہ...... ! تم سے زیادہ نفرت میں اس دنیا میں کسی سے نہیں کرتی...... سنا تم نے...... کسی سے نہیں...... کسی سے بھی نہیں۔'' رابیل ہذیانی انداز میں چیخی تھی کہ اس کی کنپٹی کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

☆☆☆

''چاچی ...... ! میری باربی ڈول کہاں ہے؟'' دانی نے ہانپتے ہوئے اپنی چاچی سے چھوٹی بہن کا پوچھا جو خود کسی کام میں مصروف تھیں...... وہ خود بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

شاید میل کر آرہا تھا۔
بڑی مشکل سے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلنے پارک تک گیا تھا ورنہ تو اسے صرف باربی ڈول ہی اپنا سب کچھ لگتی تھی۔ اور بچوں کے ساتھ وہ زیادہ فری نہیں ہوتا تھا۔ اسے زندگی کے رنگ ڈول کے ہونے سے ہی نظر آتے تھے۔

''دادو کے روم میں دیکھو دانی......'' چاچی نے اس کے چہرے پر اپنی گڑیا کے لیے فکر دیکھی اور وہ مسکرا دیں۔

دانی اپنی باربی ڈول سے تین سال بڑا تھا...... ڈول اسے بہت اچھی لگتی تھی۔ پھولے، پھولے گلابی گال اور سفید کھلتا ہوا رنگ، سنہرے بال...... ایسے ہی تو وہ اسے ڈول نہیں کہتا تھا۔ دانی کو ہر وقت ڈول کی ہی فکر ستاتی رہتی۔ اسکول جاتے وقت سب سے پہلے وہ اس کے گال پر چٹاچٹ پیار کرتا تھا۔ واپس آتے ہی اسے ڈھونڈتا ......اس کے لیے راستے سے خریدی کینڈیز اسے خود کھلاتا۔

جب ماماجان سونے کا کہتیں تو وہ ڈول کو ساتھ لیے اپنے بیڈ روم میں چلا جاتا اور اسے اس کے کاٹ میں خود سلاتا تھا۔ بڑے پیار سے اس کے بال سنوارتا اور باقاعدہ ماں کی زبان سے نئی لوری سناتا۔ گالوں پر بوسے دے کر سلاتا...... گھر والے اس کی ان حرکتوں پر ہنستے تھے اور اس قدر پیار پر ذرا پریشان بھی ہو جاتے تھے۔

''یہ لڑکا تو رانو کے پیچھے باؤلا ہو گیا ہے، میں تو کہتی ہوں ان دونوں کو ایک ہی کر دیں گے...... ورنہ یہ لڑکا تو اس کا ساتھ چھوٹنے پر ایک، ایک کو مار ڈالے گا۔'' اماں جان ہنس کر کہتیں تو ان کی دونوں بہویں بھی ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیتیں۔

''اماں جان مجھے تو کوئی اعتراض نہیں...... مجھے تو گڑیا اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر پیاری ہے۔'' شافیہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں...... دراصل تین بیٹوں کے بعد ڈاکٹر نے انہیں مزید بچوں کے لیے روک دیا تھا ان کی حالت کے پیش نظر ورنہ انہیں بیٹی کا بہت شوق تھا۔

بیٹیاں ہی تو ماں کے دکھ، سکھ کی ساتھی ہوتی ہیں۔
جبکہ گڑیا کی ماما بھی یہ بات سن کر خوش تھیں...... انہیں بھی بھابی کے تینوں بیٹے اور خاص طور پر دانی بہت پسند تھا اور وہ تھا بھی ان کی لاڈلی کا دیوانہ......

☆☆☆

سید حسنین علی شاہ کی ایک ہی اولاد تھی۔ سید وجاہت علی شاہ...... وجاہت علی شاہ کی پیدائش پر چند پیچیدگیاں ہونے کے باعث سید حسنین کی شریکِ حیات اس جہان سے کوچ کر گئی تھیں۔ پھر انہوں نے بہنوں کے بے حد اصرار پر اور کچھ وجاہت شاہ کا سوچ کر دوسری شادی کر لی۔ دوسری بیگم بہت ہی نیک دل خاتون تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے پتا نہیں کس مصلحت کے تحت انہیں اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تھا۔ انہوں نے وجاہت شاہ کو ہی اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر ممتا کا پیار دیا پھر انہوں نے وجاہت شاہ کے لیے اپنی بھانجی ذکیہ کو منتخب کیا جس پر وجاہت شاہ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ذکیہ بیگم بھی اپنی خالہ کا پرتو تھیں...... نہایت صابر و شاکر اور عاجز تھیں۔ وجاہت شاہ کی زندگی کی گاڑی ذکیہ بیگم کے ہمراہ نہایت سُبک روی سے چل رہی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ سید حسنین شاہ اور ان کی بیگم وجاہت شاہ کو داغِ مفارقت دے گئے۔

سید وجاہت علی شاہ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں سے نوازا تھا۔ سید منان علی شاہ اور سید منہاج علی شاہ...... دونوں میں مثالی پیار تھا۔ منان شاہ نے بی اے کر کے ہی تعلیم کو خیرباد کہہ دیا اور باپ کی زمینوں اور فیکٹریوں کو سنبھالنے لگے۔

اماں جان یعنی بیگم وجاہت علی شاہ نے منان شاہ کی شادی ان کی پسند سے اپنی بھتیجی سے کر دی جو نہایت ہی خوش اخلاق تھی۔ انہوں نے آتے ہی تمام کام اپنے ذمے لے لیے تھے اور اپنی پھپھی کو بستر پر بٹھا دیا تھا۔ ان کی اپنے دیور منہاج سے بہت بنتی تھی۔ منہاج شاہ ان دنوں پنجاب یونیورسٹی میں پڑھ رہے تھے۔ ان کا ارادہ پی ایچ ڈی کرنے کا تھا جبکہ وجاہت شاہ چاہتے تھے کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

www.paksociety.com

وہ بھی منان شاہ کی طرح کاروبار سنبھالیں۔ وقت آگے گزرا تو شافیہ بیگم نے اماں جان کے کہنے پر منہاج سے اس کی پسند دریافت کی جس پر انہوں نے اپنی دور پرے کی رشتے کی پھپھو کی بیٹی کا نام لے دیا۔ جس پر گھر والوں کو کوئی اعتراض نہیں تھا اور وہ اس کو منہاج کے لیے بیاہ لائے۔ مسز منہاج بھی بہت اچھی تھیں۔ دونوں بہوؤں کی آپس میں گاڑھی چھنتی تھی۔ منہاج شاہ نے شادی کے بعد اپنا ایم فل مکمل کیا اور اب وہ پی ایچ ڈی کا سوچ رہے تھے۔ انہیں تعلیم سے بہت لگاؤ تھا اور وہ ایک اعلیٰ استاد بننا چاہتے تھے...... کاروبار سنبھال کر اپنی ڈگریوں کو زنگ آلود نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس آنگن میں ننھی قلقاریاں گونجنے لگی تھیں۔

سید منان علی شاہ کے ہاں یکے بعد دیگرے تین بیٹے ہوئے...... زمان علی شاہ، امان علی شاہ اور سب سے چھوٹا، لاڈلہ شاہ...... یعنی سب کا دانی......

لیکن منہاج شاہ کو قدرت نے صرف ایک بیٹی سے نوازا تھا جو سب سے بڑھ کر دانی کی گڑیا تھی۔

منہاج شاہ نے اپنے بابا سے پی ایچ ڈی کرنے کی اجازت طلب کی تو وہ بھڑک اٹھے۔

”تمہیں آگے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں...... اتنا بڑا کاروبار ہے اور تمہیں پڑھ کر نوکری کرنے کا شوق ہے؟ تم تو شاہوں کی اولاد لگتے ہی نہیں۔“

”لیکن بابا پلیز یہ لاسٹ ڈگری ہے، بس تین سال لگیں گے اور پھر میں آپ کے پاس ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے آجاؤں گا۔“ منہاج شاہ اپنے بابا کو تسلی دے رہے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وجاہت شاہ کے دماغ کی سوئی جہاں اٹک جائے وہاں سے آگے نہیں ہلتی۔

”تم اپنی بچی کو سنبھالو...... ماں ہے تمہاری جو تم سے پیار کرتی ہے۔ بھائی، بھابی ہیں تمہارے...... تمہیں کسی کا خیال نہیں......“

”بابا تو میں تین سال بعد آکر بھی سب کے درمیان ہی بیٹھوں گا ناں......“

”ٹھیک ہے اگر تم نہیں مانتے تو چلے جاؤ لیکن اپنی بیوی اور بچی کو یہاں ہی چھوڑ دو اور دوبارہ یہاں قدم مت رکھنا۔“ بابا کا حکم سن کر تو اُن کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی لیکن شاید سید وجاہت شاہ یہ بات بھول گئے تھے کہ ان کی یہ اولاد بھی ان ہی کی طرح ضدی ہے جبکہ دروازے کی اوٹ سے باتیں سنتی بیگم منہاج اپنے ماموں کا یہ حکم سن کر ہکا بکا رہ گئیں۔ وہ اپنے شوہر کو جانتی تھیں...... وہ پی ایچ ڈی کیے بغیر نہیں ٹلیں گے اور وہ خود اپنے محبوب شوہر کے بغیر کیسے رہیں گی؟ ایک طرف اتنے پیارے رشتے تو دوسری طرف محبوب شوہر...... خیر...... ہونا تو وہی تھا جو منہاج شاہ کہتے۔

منہاج شاہ نے جب اپنے بابا جان کو کسی صورت مانتے نہ دیکھا تو پھر ایک فیصلہ کر کے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئے۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے کہ انہیں اپنے کاندھے پر ایک نرم ہاتھ محسوس ہوا...... دیکھا تو شریک حیات تھیں۔

”آپ پریشان نہ ہوں، اللہ سب بہتر کرے گا۔“

”لیکن میں بابا جان کو جانتا ہوں...... وہ اب کبھی نہیں مانیں گے۔ تم مجھ سے وعدہ کرو...... جو میں کہوں گا اس میں میرا ساتھ دو گی؟“ نہ جانے کیا سوچ کر انہوں نے اپنی بیگم سے ایسا کہا لیکن وہ تو تھیں ہی ان کی دیوانی...... سوچھٹ سے انہیں ہاں کہہ دی۔

”تھینک یو سو مچ...... مجھے تم سے یہی امید تھی...... چلو اب جلدی سے اپنی اور ڈول کی پیکنگ کرلو...... ہمیں اگلے دو گھنٹوں میں یہ سب کچھ چھوڑ کر جانا ہے۔“ منہاج شاہ کا حکم تھا یا روح فرسا خبر...... وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھیں ایسا...... ستم یہ کہ وہ ان سے وعدہ کر چکی تھیں۔

آنکھوں میں آنسو لیے وہ اس امید پر پیکنگ کرنے لگیں کہ اماں جان یا بڑی بھابی روک لیں گی لیکن وقت روانگی ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اماں جان اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بھابی کے روتے ہوئے چہرے بھی منہاج شاہ کو روک نہیں پائے اور پھر اماں جان اور بھابی کو انہیں روکنے کی اجازت بھی نہیں تھی کیونکہ سید وجاہت علی شاہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا ورنہ بصورتِ دیگر وہ بھی ان کے ساتھ ہی اس گھر سے جاسکتی تھیں۔

منہاج شاہ، اماں جان اور بھابی سے مل کر گھر کی دہلیز پار کرنے ہی والے تھے کہ وجاہت شاہ کی گرج دار آواز نے ان کے قدم روک دیے۔

''اب اس گھر سے تمہارا کوئی تعلق نہیں...... گھر کی دہلیز پار کر جاؤ گے تو کبھی یہاں کا رخ مت کرنا۔''

''اور سنو لڑکی...... تمہیں اپنے ماں، باپ کے گھر دیکھا تو وہاں سے بھی نکلوا دوں گا۔ تم دونوں کا اب شاہ خاندان سے کوئی تعلق نہیں۔''

منہاج شاہ کو تو بابا جان کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اپنا جنون پانے کے لیے یہ سب برداشت تو کرنا پڑے گا اور اگر اس کٹھن سفر میں اپنی جان سے عزیز بیوی کا ساتھ رہا تو سفر سہل ہو جائے گا لیکن وہ تو شاک میں آگئی تھیں...... یعنی اب ماں باپ سے بھی نہیں مل سکتیں...... جو ایک موہوم سی امید باقی تھی وہ بھی ختم...... لیکن اپنے شوہر اور بچی کے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔

اور پھر منہاج شاہ اپنی بیوی اور بچی سمیت اس عالیشان حویلی سے چلے گئے تھے کبھی نہ لوٹنے کے لیے۔

اسکول سے گھر آتے ہی بچوں نے چاچا، چاچی اور دانی نے تو صرف ڈول کا پوچھا...... پھر جو خبر انہیں دی گئی وہ بچوں کے ننھے ذہنوں میں سمٹ کر رہ گئی۔ زمان اور امان تو نارمل زندگی گزار رہے تھے لیکن دانی نے اپنے جان سے پیارے چاچو اور ڈول کا دکھ سینے سے لگا لیا تھا۔ پورا ایک مہینہ بخار میں پھنکتا رہا...... رات کو ڈول کے بغیر روتے، روتے سوتا تھا۔

وقت گزرنے کا علم ہی نہیں ہو سکا...... بچے جوان ہو گئے......!

زمان نے ایم بی اے کر کے اپنے والد منان شاہ کے ساتھ کاروبار سنبھالنا شروع کر دیا تھا۔ امان ایم بی اے کر چکا تھا اور ہائیر اسٹڈیز کے لیے ملک سے باہر گیا تھا۔ جبکہ دانی بزنس فیلڈ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے لندن چلا گیا تھا۔ اسے بھی اپنے چاچو کی طرح پڑھنے کا بہت شوق تھا۔

سید منہاج شاہ کے گھر سے چلے جانے کے چار سال بعد وجاہت شاہ کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ جان لیوا ثابت ہوا تھا۔ منہاج شاہ سے رابطہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر سب بے سود ثابت ہوا۔ وہ تعلقات کی راہوں کی سب راہیں مسدود کر گئے تھے۔

زندگیاں سنبھل گئی تھیں لیکن سب کے دلوں میں کہیں نہ کہیں ایک ہوک اٹھتی تھی...... اماں جان کو اپنا لاڈلا منہاج، خوابوں میں آکر ستاتا تو بھابی کو اپنا لائق اور نٹ کھٹ دیور بہت یاد آتا تھا۔ زمان اور امان کو بہن کی کمی محسوس ہوتی تھی تو دانی کو اپنی باربی ڈول بہت یاد آتی تھی...... دادو اکثر ذکر چھیڑ دیتیں کہ ڈول کو تو اپنے دانی کی دلہن بنانا تھا لیکن اب نہ جانے ڈول کہاں کھو گئی تھی...... منان شاہ نے بھی باپ کے بعد بھائی کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ان کو نہ ملنا تھا اور نہ ملے۔

ہاں دانی کو انتظار تھا اپنی ڈول کا...... گلابی گالوں والی گڑیا کا......

''دیکھیے گا دادو...... میری باربی ڈول ضرور آئے گی ایک دن...... اسے ہماری چاہت واپس لائے گی۔ ہاں میری چاہت اسے لائے گی...... چاہت کی شدت......'' وہ اکثر دادو کی گود میں سر رکھے پیار سے ڈول کو یاد کرتا تھا لیکن آخری جملہ اپنے دل میں ہی کہتا تھا۔ اس کی سوچوں کے گرداب میں اس کی ڈول تھی اور اب جوان ہو کر بھی سوچوں کا محور وہی ڈول تھی۔

ہاں اسے شدید محبت تھی اپنی باربی ڈول سے...... اور یہ محبت وہ سب سے چھپا کر رکھنا چاہتا تھا۔

دوسرا اور آخری حصہ اگلے ماہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ناولٹ

سنہری دھوپ میں برستی بارش

فاطمہ چوہدری



دوسرا اور آخری حصہ

پاک سوسائٹی

Downloaded From Paksociety.com

سید منہاج شاہ نے پیاروں سے دور رہ کر اپنا جنون پالیا تھا۔ لندن سے قانون کی اعلیٰ ترین ڈگری حاصل کر کے ساہیوال شہر میں آبسے تھے اور درس و تدریس کے شعبے سے منسلک ہو چکے تھے۔ بیوی کو احترام اور پیار دیتے تو اپنی بیٹی کو بھی کسی اور رشتے کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتے۔ وہ اکثر اسکول سے واپسی پر پوچھتی کہ میرے دادا، دادو یا نانا، نانو کیوں نہیں ہیں لیکن وہ اسے چاکلیٹس یا کوئی کھلونا دلا کر چپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کروادیتے لیکن اپنے دل میں بہت درد محسوس کرتے تھے۔ اپنوں سے دور رہنا بہت برداشت کا کام ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ زندہ ہوں، سانس لیتے ہوں، رشتے انسان کو توڑ دیتے ہیں، بڑھاپے کی دہلیز پار کرتے ہوئے یہ رشتے نئے سرے سے انسان پر وار کرتے ہیں۔ اس عمر میں انسان رشتوں کو ترستا ہے لیکن پھر انا آڑے آجاتی ہے۔

منہاج شاہ بھی اب ترستے تھے لیکن کس منہ سے گھر جاتے۔ وہ خود ہی تو سب کچھ چھوڑ آئے تھے۔ ان گزرے حالات کو سوچ کر منہاج شاہ دل مسوس کر رہ جاتے' اپنے ساتھ، ساتھ انہوں نے اپنی بیگم کو بھی رشتوں سے دور کردیا تھا۔ اکثر انہیں اپنی بیوی کی گلابی، گلابی آنکھیں یہ باور کرا جاتی تھیں کہ وہ غلط تھے لیکن گیا وقت کب ہاتھ آتا ہے۔ اب وہ کچھ نہیں کرسکتے تھے' انہیں باقی ماندہ زندگی بھی اپنے پیاروں کے' رشتوں کے بغیر غیروں میں ہی گزارنا تھی۔

☆☆☆

''سر! آپ سے ملنے کوئی زید حسن صاحب آئے ہیں۔'' زمان شاہ فائلز دیکھنے میں مصروف تھا کہ اس کی سیکرٹری سے اسے کسی کے آنے کی اطلاع دی۔ سیکریٹری کو ہاں کرتے ہی زمان شاہ نے فائلز کو سائڈ پر رکھ دیا۔ اندر آنے والے کو دیکھ کر وہ بے ساختہ کھڑا ہوگیا اور آگے جاکر گلے ملنے لگا۔

''کہاں چلے گئے تھے یار! اتنے عرصے بعد اب نظر آرہے ہو۔'' زمان شاہ اور زید حسن بچپن کے دوست تھے پھر زید حسن اپنی فیملی کے ساتھ ابروڈ (بیرونِ ملک)۔۔۔۔ شفٹ ہوگیا تھا تو رابطہ بالکل ختم ہوکر رہ گیا تھا اور اب اچانک چار سال بعد زید حسن سے ملاقات ہورہی تھی۔

''بس کیا بتاؤں، پاکستان آتے ہی دادا جی نے زبردستی ساہیوال شفٹ ہونے کا حکم دے دیا تو اب ساری فیملی ساہیوال میں ہوتی ہے۔''

''تو تم انتارم تو کرسکتے تھے...... ساہیوال اتنا دور تو نہیں اور میرے گھر کا راستہ تو تم یقیناً نہیں بھولے ہوگے۔'' زمان شاہ نے منہ بنا کر زید حسن سے ناراضی ظاہر کی۔

''بس گھر کے مسائل اور پھر کاروبار میں ایسے الجھا کہ کچھ ٹائم ہی نہیں ملا...... خیر اب آتو گیا ہوں...... پلیز بیٹھنے کو تو کہو اور پھر کچھ کھانے پینے کا بھی بندوبست کرو...... سیدھا تمہارے آفس آرہا ہوں......'' زمان شاہ دوست کی بات سن کر مسکرادیا۔ وہ اپنے دوست کی عادت اچھی طرح سے جانتا تھا، اسے بھوک بالکل برداشت نہیں تھی۔

''جی مس عائزہ دو لوگوں کے کھانے کا آرڈر کردیں اور پلیز جلدی۔'' اپنی سیکریٹری کو آرڈر کرکے وہ زید حسن کو لیے ٹیبل کے سامنے دیوار کے ساتھ رکھے آرام دہ صوفوں پر آکر بیٹھ گیا۔

''ہاں تو بتا کیا چل رہا ہے آج کل؟'' زید حسن نے آفس پر تفصیلی نظر دوڑائی۔

''کچھ خاص نہیں...... بس گھر اور کاروبار......''

''ہاں، کاروبار تو دیکھ ہی چکا ہوں تو قدم جما چکا ہے، اب گھر بسانے کا نہیں سوچا؟''

''میں نے کیا سوچنا ہے، گھر والوں نے سوچ لیا ہے اور چند ماہ تک شادی متوقع ہے۔'' زمان شاہ نے بتایا۔

''ارے واہ' میرا دوست گھوڑی چڑھنے والا ہے۔ شکر ہے میں بروقت پہنچ گیا ورنہ تو نے کہاں بلانا تھا مجھے۔'' زید حسن اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خوشی سے بولا۔

''اچھا یہ چھوڑ اور تو بتا مجھے کہ تجھے بھی کوئی پسند آئی کہ نہیں؟'' چھیڑنے میں تو کوئی زمان شاہ کا ثانی نہیں تھا۔ اس کی بات سنتے ہی زید حسن کے ذہن نے ایک پری پیکر کے چہرے کا طواف کیا تھا۔ آنکھوں میں ایک چمک آئی تھی جسے زمان شاہ بھانپ گیا۔

''ہاں...... ہاں...... بتا تو سہی۔''

''آں ہاں...... ہے یار ایک پری...... لیکن بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دور ہے۔"

"واہ، موصوف عشق کی وادی میں قدم رکھ چکے ہیں۔" زمان شاہ نے لطیف سا طنز کیا۔

"ارے نہیں یار، عشق کہاں؟ جسٹ لائک نیس...... اینڈ تھنکنگ الیز......" زید حسن کو وہ اچھی لگتی تھی، ہنستی ہوئی، دل کے تار چھیڑتی ہوئی۔

"تو اب گھامڑ بات کرناں اس سے۔" زمان شاہ نے اپنے بھولے دوست کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے اسے مشورے سے نوازا۔

"نہیں یار، وہ میرے بہت ہی محترم استاد...... سر منہاج شاہ کی بیٹی ہے اور میں ایسا چاہ کر بھی نہیں سوچ سکتا کہ میرے استاد کو میری وجہ سے پریشانی لاحق ہو۔ اس لیے ایک پراپر طریقے سے رشتہ لے کر جانا چاہ رہا تھا لیکن......"

زید حسن تو اپنی دُھن میں بولے جا رہا تھا لیکن زمان شاہ کا ذہن تو زید حسن کے استاد محترم کے نام پر ہی اٹک گیا تھا۔ اس نے زید کی بات مکمل نہ ہونے دی۔

"کیا بولا تو؟"

"کیا......؟" زید حسن کو محسوس ہوا کہ شاید زمان شاہ اس کی بات غائب دماغی سے سن رہا تھا۔

"تیرے استاد کا نام؟"

"منہاج شاہ......"

"کیا کرتے ہیں...... اوآئی مین ان کی فیملی؟"

"تو جانتا ہے انہیں؟" زید حسن کو لگا کہ زمان شاہ انہیں جانتا ہے۔

"تو ان کی فیملی کا پتا تو سہی؟"

"نہیں، ان کی کوئی فیملی نہیں ہے، صرف اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ رہتے تھے۔" لیکن زمان شاہ کو لگا جیسے کوئی تالے کی چابی حاصل ہوگئی ہو۔

"وہیں ساہیوال میں رہتے ہیں کیا؟" زمان شاہ نے اب بھی اس کی مکمل بات نہیں سنی۔

"ہاں ساہیوال میں ہی لیکن وہاں رہتے ہیں نہیں...... رہتے تھے۔" زید حسن کی بات پر زمان شاہ کو لگا کہ اگر جو بات اس کو کلک کر گئی ہے سچ ہوئی تو بہت سی زندگیوں میں خلا آجائے گا...... ٹوٹ جائیں گے سب ایک بار پھر سے بکھر جائیں گے۔ امیدیں دم توڑ جائیں گی۔

"دراصل سر اور ان کی مسز کا پچھلے دنوں ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا۔"

زمان شاہ کو لگا کہ کمرے کی خوب صورت فالس سیلنگ اس پر گر پڑی ہے۔ قدموں تلے سے زمین کھینچی جا چکی ہے۔

☆☆☆

زید حسن کا آنا ان سب کے لیے خوشخبری کے ساتھ صدمہ بھی لایا تھا۔ پھر شاہ ہاؤس کے مکین اپنا غم بھلا کر اپنی امانت یعنی اپنی ڈول کو لینے چل دیے تھے۔

اماں جان کو بیٹے اور بہو سے بڑھ کر پوتی کی فکر تھی جو اب اکیلی تھی۔ صبر تو آہستہ آہستہ آہی جانا تھا۔

سب کی پیاری ڈول اتنے پیارے رشتوں کے ہمراہ لاہور آگئی تھی۔ اور پھر اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارا بھی نہیں تھا۔ ساہیوال میں کوئی اپنا نہیں تھا اب جب اپنے ملے تھے تو کس حال میں...... لیکن ایک عرصہ وہ ان رشتوں کو ترسی تھی۔ اب یہ تشنگی ختم ہونے کے قریب تھی کہ ایک اور خلا نے زندگی میں جگہ بنالی تھی۔ اس کے پیارے پاپا جانی اور ماما جانی اس سے کچھ کہے...... کچھ سنے بغیر منہ موڑ گئے تھے۔

یہ دکھ اسے راتوں کو سونے نہیں دیتا تھا۔ جب سے لاہور آئی تھی...... اس نے سب کو اپنے اوپر پیار نچھاور کرتے ہی پایا تھا۔ باپ سے زیادہ شفیق تایا ابو...... جو اسے بیٹی بنا کر لائے تھے اور اپنا دیا ہوا مان پورا کر رہے تھے۔ آفس جاتے ہوئے خود اپنی نگرانی میں ناشتا کراتے اور آفس سے واپسی پر ڈھیروں چیزیں ہمراہ لاتے پھر تائی جان تھیں، جن کے گلے لگتے ہی اسے اپنی ماما جانی کی خوشبو محسوس ہوتی تھی جو دن بھر اس کا خیال رکھتی تھیں۔ کھانا اس کی پسند کا بناتیں، نت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نئے ڈریسز اس کی وارڈروب میں سج گئے تھے،اس کے ساتھ، ساتھ باقاعدہ وہ اس کے لاڈ کرتیں۔ اس کے دراز اور چمک دار بالوں کو خود آئل لگاتیں اور ضعیف اور پُرخلوص سی دادو اس کے حصے کی ساری محبتیں اب اسے لوٹا رہی تھیں۔ رات کو دادو اسے اپنی آغوش میں پناہ دیتیں۔ صبح اٹھتے ہی اس پر مختلف تسبیحات پڑھ کر پھونک مارتیں۔

اس گھر کے دو مکین اور بھی تھے...... زمان شاہ اور امان شاہ...... دونوں نے اس کے بھائی نہ ہونے کی کمی کو پورا کر دیا تھا۔ اس کے لیے ڈھیروں تحائف لاتے اور اکثر رات کو آئس کریم کھلانے باہر لے جاتے اور تو اور اس کے ساتھ بچوں کی طرح چھیڑ چھاڑ کرتے تھے۔ غرضیکہ انہیں عرصے بعد اپنی بچھڑی بہن ملی تھی تو کیوں نہ بھرپور ناز اٹھاتے۔ اس کا غم غلط کرنے میں زیادہ ہاتھ عرشیہ کا بھی تھا جو روز اپنی ہاؤس جاب سے واپسی پر اسے پک کرلیتی اور لاہور شہر اسے گھماتی۔ ان سب کی محبتوں میں رات میں اسے ایک شخص بڑی شدت سے یاد آتا تھا۔

''نہ جانے وہ کہاں ہوگا؟ اسے احساس بھی ہوگا کہ اس نے میرے ساتھ کیا،کیا ہے؟ زندگی سے کھیل گیا وہ میری اور میں، میں اسے بھول کیسے سکتی ہوں۔ اتنا بڑا سانحہ ہی تو گزرا ہے میرے اوپر۔ پر وہ تو قاتل ہے میرے خوابوں کا...... میرے اپنوں کا قاتل...... میں کیسے اسے اپنے دل میں جگہ دے سکتی ہوں۔''

کبھی، کبھی ہوتا ہے ایسا...... ہم جسے دل کی سب سے اونچی مسند پر جگہ دیتے ہیں، وہ خود اس مقام پر براجمان ہو کر ہمیں دھکا دے دیتا ہے اور ہم لڑھکتے ہوئے منہ کے بل ایسے نیچے گرتے ہیں کہ خود کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔

رانیل شاہ کو تو اس شخص سے پہلے دن سے ہی چڑ تھی لیکن چڑ کے پیچھے چھپی محبت کا ادراک اسے اب ہو رہا تھا۔ ہاں اس نے یونیورسٹی کے اولین دنوں میں اسے سوچا تھا۔ اسے سوچنا، خوابوں کے سفر میں اس کے سنگ چلنا بہت خوب صورت لگتا تھا۔ ہزاروں لڑکیاں اس پر مرتی تھیں...... وہ بھی اسے چاہنے لگی تھی لیکن اپنی چاہت کو چھپانے یا پھر ختم کرنے کے لیے اس نے اسے اگنور کرنا شروع کر دیا اور اس بے وجہ کی چڑ نے ہی رانیل شاہ کو اس شخص کے نام کر دیا۔

ہاں مگر اب وہ بددل تھی اس سے...... اگر وہ اس کی سچی محبت تھا تو اس نے رانیل شاہ سے اس کی دو،دو محبتیں چھین لی تھیں۔

وقت کا کام ہے گزرنا...... اب اسے شاہ ہاؤس میں آئے ایک سال ہو گیا تھا۔ پڑھائی سے تو وہ دل پھیر ہی چکی تھی۔ اب گھر میں تائی جان کا ہاتھ بٹاتی اور اماں جان (دادو) کی خدمت کرتی اور تو اور زمان شاہ، امان شاہ سے اپنے ناز نخرے اٹھواتی اور وہ دونوں بھی بہن کے لاڈوں سے خوش ہوتے تھے۔

تایا جان کے سب سے چھوٹے نورِ چشم سے وہ شرفِ ملاقات حاصل نہیں کر پائی تھی۔ کیونکہ وہ اس کے یہاں آنے سے کچھ دنوں پہلے ہی پڑھنے کی غرض سے بیرونِ ملک گیا تھا۔ ہاں اب سنا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی شادی پر آ رہا ہے۔

زمان بھائی کی شادی کی تیاریوں میں اس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تائی جان نے اسے بھاری، بھاری کام والے سوٹ تیار کروا دیے۔ اس نے کبھی اتنے کام والے سوٹ زیب تن نہیں کیے تھے لیکن تائی جان نے زبردستی لے کر دیے تھے۔ ہاں اسے مہندی اور چوڑیوں کا بھی بہت شوق تھا، وہ اس نے بہت شوق سے خریدی تھیں۔

☆☆☆

ایک سال ہو گیا تھا اسے دیارِ غیر آئے ہوئے، یہاں کی تیز رفتار زندگی میں اپنوں کی یاد بہت ستاتی تھی لیکن ایک اور ہستی بھی تھی جو دل میں بڑی شان سے براجمان تھی۔ سوچوں کو جھٹکنے کے باوجود بھی دماغ اسی کو سوچتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں
گھر بیٹھے
رسالے حاصل کیجیے
جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت
باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں اپنے دروازے پر
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 800 روپے
امریکا کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 9,000 روپے
بقیہ ممالک کے لیے 8,000 روپے
آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کر دیں گے۔
یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہو سکتا ہے
بیرون ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔
رابطہ: ثمر عباس (فون نمبر: 0301-2454188)
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
C-63 فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 021-35895313 فیکس: 021-35802551

ہاں وہ ہی حسین آنکھیں...... جن میں جھیل کی سی گہرائی تھی۔ وہ ہی زردی مائل گلابی چہرہ....... اور بے داغ روشن پیشانی...... ہاں وہ حسین تھی پھر کیوں نہ دل میں گھر کرتی۔ اس نے تو بچپن سے اپنی ڈول کے بارے میں سوچا تھا پھر یہ کون تھی جو ڈول کی جگہ لے گئی تھی؟

اب اسے احساس ہوتا تھا کہ وہ انجانے میں بہت برا کر آیا تھا لیکن تب غصے اور انتقام کے ملے جلے جذبات میں تھا...... جب احساس ہوا تب وہ اس سے بہت دور آ گیا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ اس کی زندگی اپنے نام لکھ کر اسے قید میں ڈال آیا ہو۔ جب وہ اسے اپنی سوچوں سے نکالنے میں ناکام رہا تو احساسِ محبت پوری شان سے جگمگایا...... اور پھر اسے لگا کہ جو کچھ ہوا چاہے غلط یا صحیح اس کے لیے تسکینِ روح و جان ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس کے والدین کی خبر بھی کانوں میں پڑی...... افسوس ہوا...... دل چاہا کہ ابھی جا کر اسے خود میں بھینچ لے اور اس کا ہر غم غلط کر دے لیکن مجبور تھا۔ وہ جلد از جلد اپنے پیپرز سے فارغ ہو کر پاکستان جانا چاہتا تھا۔ اسے اپنی زندگی میں شامل کر کے...... بے قراریوں کی داستانیں رقم کرنا چاہتا تھا۔ اور آج وہ اپنے وطن کی سرزمین پر قدم رکھنے والا تھا۔

☆☆☆

دانی سے ڈول کے مل جانے کی خبر کو مخفی رکھا گیا تھا سب اسے سرپرائز دینا چاہتے تھے۔ ڈول جانتی تھی کہ آج تایا جان کا چھوٹا سپوت آ رہا ہے۔ دادو اسے کبھی کبھی بتاتی تھیں۔

''دانی کو تم سے بڑا پیار تھا، ہر وقت تمہارے آگے پیچھے رہتا تھا۔ تمہارے جانے کے بعد ایک ماہ تک بخار میں مبتلا رہا تھا اور پاکستان سے جانے سے پہلے تک کہتا رہا تھا کہ ایک نہ ایک دن میری ڈول ضرور آئے گی۔ تبھی تو تمہارا آنا اس سے چھپایا...... اب آ کر دیکھے گا وہ۔''

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آج زمان شاہ کی مہندی کا فنکشن تھا اس نے بہت کام کیا تھا اب تائی جان نے اسے زبردستی آرام کرنے کے لیے کمرے میں بھیجا تھا۔ کوئی ایک گھنٹا ہی گزرا ہوگا کہ عرشیہ اسے بلانے آگئی۔

''اماں جان بلا رہی ہیں...... دانی آگیا ہے۔''

''اوہ تو اب چھوٹے صاحب پہنچ ہی گئے... چلو رابیل شاہ اپنے بچپن کے عاشق کو دیکھ لو......'' رابیل سوچ کر مسکرائی۔ اپنا حلیہ درست کر کے وہ دادو کے روم کی طرف چل دی۔ وہیں سب جمع تھے۔

دادو کے کمرے میں قدم رکھتے ہی سامنے دادو کے ساتھ بیٹھے جس شخص کو اس نے دیکھا تھا وہ اس لمحے اس کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھا۔

اسے کسی کی موجودگی کا خیال نہیں رہا بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اور دوسری طرف بھی کچھ مختلف صورت حال نہیں...... وہ بھی بیڈ سے اتر کر رابیل کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا اور اس کی نظریں رابیل کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی دعا اتنی جلدی قبول ہو جائے گی۔ جس چہرے کو اس نے پچھلے ایک سال سے خوابوں میں دیکھا تھا...... وہ چہرہ آج مجسم سامنے کھڑا تھا۔ وہ اسے چھونا چاہتا تھا، اس کی موجودگی کا یقین کر لینا چاہتا تھا۔ رابیل بھی بت بنی کھڑی تھی، جس شخص کا اس نے ایک سال انتظار کیا تھا اور وہ بھی یہ سوچتے ہوئے کہ انتظار لاحاصل ہی ٹھہرے گا......

لاحاصل انتظار تو بہت ظالم ہوتا ہے...... انسان کو اندر ہی اندر مار دیتا ہے...... لاحاصل سوچوں کا سفر انسان کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ جو اپنے بندوں کے دلوں کا بھید جانتا ہے وہ ناامیدی میں امید پیدا کرتا ہے سو رابیل کے لیے ناامیدی سے امید کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔

''دانی...... دیکھو تمہاری ڈول کتنی بڑی ہو گئی ہے۔'' دادو نے رابیل کو نظروں میں لے کر پیار سے کہا۔ کہ

''اماں جان......! یہ...... یہ میری ڈول ہے؟ کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں؟''

''ارے لڑکے اور میں جھوٹ بولوں گی کیا؟'' دادو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ دانی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے بچپن کا خواب یوں جوانی کی محبت بن کر تعبیر پا جائے گا۔

''یہی تمہاری باربی ڈول ہے، رابیل...... میرے منہاج کی نشانی......'' پھر انہوں نے اس کی جانب دیکھا۔

''اور رابیل یہ تمہارا دیوانہ، تمہارے تایا جان کا لاڈلا بیٹا حمدان ہے......''

اور رابیل شاہ کو بھی دادو کے الفاظ سے یقین آگیا تھا کہ یہ اسی کا حمدان ہے اس کی محبت...... اللہ نے اسے حمدان شاہ سے نواز دیا تھا۔ اور وہ الٹے قدموں اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ سب سمجھے تھے کہ وہ شرما گئی ہے لیکن وہ شکرانے کے نفل ادا کرنے گئی تھی کہ اس کے رب نے اسے بن مانگے ہی عطا کر دیا تھا...... اسے تہی دامن نہیں لوٹایا تھا۔

''کیسا لگا ہمارا سرپرائز......؟'' شافیہ بیگم نے حمدان کو گلے لگاتے ہوئے پوچھا۔

''پرفیکٹ...... امیزنگ...... لو یو ماما جان......''

حمدان فرطِ مسرت سے بول رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اسے اپنے چاچو اور چاچی کا بھی بہت دکھ تھا جو امید اُن سے ملاقات کی تھی اس امید کا دیا بجھ گیا تھا۔

☆☆☆

محبت کرتی تھی وہ حمدان شاہ سے...... یہ بات وہ تسلیم بھی کر چکی تھی لیکن اندر دل کے ایک کونے میں خوف کا عالم تھا جو خواب اس نے ابھی اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھا تھا بڑا طاقتور تھا۔ اس کے دل و دماغ پر غالب آگیا تھا۔

خواب میں رابیل نے ماما جانی اور پاپا جانی کو روتے دیکھا تھا۔ وہ دونوں روتے ہوئے رابیل کو پیچھے دھکیل رہے تھے۔ وہ بار، بار ان کے قریب جانے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ اسے خود سے دور کر رہے تھے۔

جانے کیسا خواب تھا لیکن خواب رانیل کے اعصاب پر سوار ہو گیا تھا۔ رانیل کو لگ رہا تھا کہ ماما جانی اور پاپا جانی اسے حمدان کے ملنے کی خوشی میں خوش ہوتا نہیں دیکھنا چاہ رہے......اور ایسا تو رانیل شاہ نے سوچا اور محسوس کرنا ہی تھا کیونکہ ذہن کا ایک گوشہ اب بھی حمدان کو قصوروار ٹھہرا رہا تھا اور وہ گوشہ پھر سے سبقت لے گیا تھا۔ وہ پھر سے اسی نہج پر سوچنے لگی تھی وہ جو دل میں انجانی سی خوشی کا بسیرا ہوا تھا وہ ختم ہو گئی تھی۔ اسے ایک مرتبہ پھر حمدان سے چڑ ہو رہی تھی۔

☆☆☆

بیوٹیشن کے ماہر ہاتھوں نے اس کے ملکوتی حسن کو چار چاند لگا دیے تھے، تائی جان نے اسے خاص طور پر تیار کروایا تھا۔ اس نے ریڈ بنارسی شرٹ کے اوپر اورنج شیفون گاؤن پہن رکھا تھا جس پر کورے اور اسٹون کا نازک کام تھا اور ساتھ میں اورنج ہی سلک شیفون کا ہلکے کام والا شرارہ تھا۔ گوری گوری کلائیوں میں بھر بھر کر چوڑیاں پہنی تھیں۔ لمبے بالوں کو مجبوری چٹیا کی شکل دے دی تھی جس پر کہیں، کہیں موتیے کی کلیاں اٹکائی گئی تھیں۔

بیوٹیشن کے ہاتھوں تیار ہو کر دوپٹے کو سیٹ کرتی وہ کمرے سے باہر نکلی ہی تھی کہ اسے لگا سر کسی سخت شے سے مار بیٹھی ہے...... جب نظریں اٹھا کر دیکھا تو کرنٹ کھا کر دو قدم پیچھے ہٹی لیکن درد کی شدت سے کاجل لگی حسین آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں اور یہ منظر حمدان کے دل کو روشن کر گیا تھا۔

حمدان کو رانیل کا یہ روپ بہت بھلا اور حسین لگ رہا تھا کسی کے آ جانے کے ڈر سے حمدان نے رانیل کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچ کر سامنے اپنے روم میں لے گیا اور وہ بھی بغیر کسی مزاحمت کے اس کے ساتھ آ گئی تھی...... دل میں کہیں اس ظالم کی چاہت کے دیپ جلے تھے لیکن تب گھبراہٹ ہوئی جب حمدان اس کے قریب سے قریب تر آتا گیا۔

ویسے تو وہ اس کا محبوب شوہر تھا...... حق رکھتا تھا لیکن ابھی قریب آنا کچھ ٹھیک نہیں تھا۔ لیکن حمدان کو کون سمجھاتا...... وہ تو بس اس کے حسن سے اپنی آنکھوں کو...... دل کو...... روح کو سیراب کر رہا تھا۔ رانیل کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

رانیل کی آنکھوں سے پانی چھلک پڑا تھا جسے حمدان نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کرنا چاہا لیکن رانیل کی جان اٹک گئی تھی...... حیا سے چہرہ بوجھل ہو گیا تھا تب اس نے قریب میز پر رکھا ٹشو باکس اس کی طرف بڑھایا۔

''پلیز مجھے جانے دیں۔'' رانیل آنسو نزاکت سے ٹشو میں جذب کرتی منمنائی۔

''ٹھیک ہے...... لیکن اگر دوبارہ اپنی حسین آنکھوں کو یہ دردناک زحمت دی تو میں انہیں چننے میں کسی کی موجودگی کا بھی احساس نہیں کروں گا۔'' کتنا خوب صورت اعتراف تھا...... رانیل کی روح تک سرشار ہو گئی تھی۔ اس کے آنسوؤں پر چوٹ کرتے...... اس کی کیئر کرتے کتنا اچھا لگ رہا تھا۔ رانیل کمرے سے جا چکی تھی لیکن اس کی خوشبو حمدان شاہ محسوس کر رہا تھا۔

''اُف...... یہ محبت...... کیا ہو تم رانیل شاہ...... میری باربی ڈول۔'' رانیل کو سوچتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔

☆☆☆

بارات کے دن بھی رانیل بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ پلم اور فان کلر کی کامدار لانگ شرٹ کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہنے حمدان شاہ کی یعنی دانی کی ڈول ہی لگ رہی تھی۔

وہ مسلسل حمدان کی نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی لیکن اس بات سے انجان تھی کہ کسی اور کی نظریں بھی کب سے اس کے وجود سے لپٹی ہوئی ہیں۔ رات گئے تک بارات لوٹی تھی۔ رسموں سے فارغ ہوتے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خاصا وقت ہوگیا تھا......وہ بھی کپڑے تبدیل کر کے بھاری جیولری جو تائی اماں نے اسے پہننے کو دی تھی واپس کرنے ان کے کمرے میں جارہی تھی کہ کاریڈور میں زید حسن کو کھڑا پایا، وہ کچھ پزل ہوئی کیونکہ وہ صرف بھائی کا دوست تھا۔ رابیل اس کے پاس سے نکلنا چاہتی تھی لیکن زید کا لمبا چوڑا وجود راہداری میں اس کے راستے میں حائل ہوگیا۔

''ایکسکیوزمی ......'' مجال ہے جو زید صاحب کے کان پر جوں تک رینگی ہو۔ وہیں کا وہیں کھڑا رابیل کو یک ٹک گھورنے میں مصروفِ عمل......اور وہی ہوا جس کے ڈر سے رابیل کو یہاں سے نکلنے کی جلدی تھی۔ حمدان کا چہرہ ایک دم زید کے پیچھے سے نظر آیا۔

''زید بھائی کچھ چاہیے تھا کیا آپ کو؟'' حمدان کے بولنے پر زید حال میں لوٹا اور کچھ ڈرا بھی......

''ہاں......وہ......میں پانی لینے جارہا تھا۔'' زید اس کی طرف مڑ کر بولا۔ حمدان کے اعصاب تن گئے تھے۔ زید تو پانی لینے چلتا بنا پر رابیل کی تو جان پر بن آئی تھی۔ حمدان جن نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا وہ اسے درگور کرنے کے لیے کافی تھیں۔

''اور تم......اس وقت یہاں کیا کررہی تھیں؟'' حمدان کی انگلیاں رابیل کے بازو میں پیوست ہوکر رہ گئی تھیں۔

''وہ میں......میں یہ زیور تائی جان کو دینے جارہی تھی۔'' حمدان کے خوف سے رابیل کے منہ سے بے ربط جملہ ادا ہوا۔ نگاہیں نیچے تھیں، پلکیں لرز رہی تھیں۔

''اور راستے میں گپ شپ کرنے کھڑی ہوگئیں؟'' اس سے پہلے کہ رابیل کوئی جواب دے پاتی حمدان نے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑا کہ اس کا سر دیوار سے ٹکرا گیا تھا۔ شدید ٹیس اٹھی تھی لیکن حمدان کے خوف سے منہ بند تھا۔ آنکھیں چھلکنے کو تھیں کہ حمدان کا کہا گیا حکم یاد آگیا۔

''اب جاؤ اور دوبارہ کبھی مجھے اس طرح دندناتی ہوئی نظر آئیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا......اور یہ تم اچھے سے جان چکی ہو اور یہ زیور مجھے دو......میں خود امی کو دے دوں گا۔'' اس کے ہاتھ سے زیور تقریباً چھینتے ہوئے وہ دہاڑا تھا۔

حکم سنتے ہی وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ اور اندر آتے ہی بیڈ پر اوندھے منہ لیٹ کر رونے کا شغل شروع کرچکی تھی۔

ڈانٹ پر درد اور دکھ اتنا نہیں ہوا جتنا حمدان کی سوچ اور لہجے پر ہورہا تھا۔

☆☆☆

شادی کے ہنگامے ختم ہوئے تو سب اپنی، اپنی روٹین پر واپس آگئے تھے۔ حمدان نے ابھی واپس جانے کا ارادہ ترک کرکے آفس جوائن کرلیا تھا۔ زندگی رواں دواں تھی کہ ایک دن فضا میں ارتعاش سا پیدا ہوا جو رابیل اور حمدان کو اپنی لپیٹ میں لے گیا۔

زید حسن کے والدین رابیل کے لیے زید کا رشتہ لے کر آپہنچے۔ اتفاق سے سب ہی گھر پر تھے سوائے حمدان کے۔

زید حسن کے والدین کا سوال سن کر سب ہی چپ ہوگئے تھے۔ دادو نے تو رابیل کے لیے حمدان کو چن رکھا تھا۔ تایا جان اور تائی جان کی بھی یہی خواہش رکھتے تھے اور زمان شاہ، امان شاہ بھی بچھڑی بہن کو اب خود سے دور بھیجنا نہیں چاہتے تھے۔

☆☆☆

''دیکھیں اماں بی......ہمیں جواب ہاں میں چاہیے...... ہمارے زید کو تو آپ سب جانتے ہی ہیں۔'' مسز حسن نے اماں جان سے اپنائیت بھرے لہجے میں خواہش کا اظہار کیا۔

''ایکسکیوزمی ایوری ون، رابیل......پہلے رابیل منہاج شاہ تھی لیکن اب وہ مسز رابیل حمدان شاہ ہے۔'' حمدان کے انکشاف پر سب ہکا بکا ہوگئے۔ گھر میں قدم رکھتے ہی حمدان کو معاملے کی بھنک پڑ گئی تھی اس نے سب بتانے کا فیصلہ کرلیا تھا تاکہ مزید کوئی پیش

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

paksociety.com

رفت نہ ہو۔

زید کے والدین تو شرمندہ ہو کر چل دیے تھے۔ جبکہ باقی گھر والے اس انکشاف پر حمدان کو گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کوئی چاہ کر بھی یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ یہ سب کب اور کیسے ہوا اگرچہ دل میں تو یہی خواہش تھی۔

سب کی نظروں کو خود پر مرکوز دیکھ کر حمدان نے آرام سے بیٹھ کر دادو کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سب سچ، سچ کہہ سنایا سب نے ٹھنڈے دماغ سے سنا تھا ویسے تو سب ٹھیک لگا تھا بس انداز درست نہیں تھا۔

خیر...... کسی نے اس بات کو لے کر ناراضی ظاہر نہیں کی تھی بلکہ کھلے دل سے سب کچھ قبول کیا تھا۔ اچانک خیال آنے پر دادو نے رابیل کو بلانے کے لیے شازمہ (زمان کی بیوی) کو بھیجا...... دروازہ کھولتے ہی شازمہ کی چیخ نکل گئی۔ رابیل اوندھے منہ کارپٹ پر پڑی تھی اور سر سے خون جاری تھا۔

شازمہ کی چیخ سن کر سب سے پہلے حمدان اور پھر پیچھے سب بھاگے تھے۔ اندر کا منظر سب کے لیے دل گرفتہ تھا۔ حمدان نے آگے بڑھ کر رابیل کا چہرہ تھپتھپایا تھا لیکن رابیل نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ رابیل کی رنگت بھی زرد ہو رہی تھی۔ حمدان نے اسے بانہوں میں لیا اور گاڑی کی طرف دوڑ لگا دی۔

☆☆☆

زید حسن کے پروپوزل کا سن کر رابیل کے کان سائیں، سائیں کی آوازوں سے گونج اٹھے تھے...... وہ تو کپڑے پریس کرنے کے لیے گیلری کی طرف آئی تھی۔ جب کانوں میں یہ بات پڑی...... قدم تھم گئے تھے۔ وہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی بات سن رہی تھی جب حمدان کو آتے دیکھا۔ وجود سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔ ٹانگیں کھڑے، کھڑے جواب دینے لگی تھیں۔ اور پھر سب کے سامنے حمدان کا انکشاف...... الٹے قدموں روم کی طرف بھاگی تھی۔ آنکھوں سے ایک دریا رواں ہو گیا تھا۔

سب کیا کہیں گے...... کیا اب اس سے بھی سوال جواب ہوں گے۔ عدالت لگائی جائے گی...... ایک بار پھر محبتوں سے دستبردار ہونا پڑے گا لیکن اب ان محبتوں، اپنوں کے بنا جینا ناممکن ہے۔ اور پھر رابیل کی آنکھوں میں تاریکی اتر آئی تھی...... وہ اپنے حواس کھو چکی تھی اور اسی حالت میں گرتے ہوئے اس کا سر اس مضبوط کارنس کے کونے سے ٹکرایا تھا۔

☆☆☆

گھر کے سب افراد اسپتال کے کاریڈور میں کھڑے ڈاکٹر کا انتظار کر رہے تھے جو اپنی ٹیم کے ساتھ رابیل کو چیک کر رہا تھا۔

اماں جان ایک کونے میں بیٹھی اپنی پوتی کے لیے آنسو بہا رہی تھیں تو تائی جان بھی اپنی لاڈلی کے لیے پریشان تھیں۔ زمان اور امان شاہ بے بسی سے بیٹھے تھے جبکہ حمدان علی شاہ خوف اور اذیت کے عالم میں کاریڈور کے چکر کاٹ رہا تھا۔

حمدان کو سمجھ آ گئی تھی کہ رابیل کیسے اور کیوں اس حال کو پہنچی ہے۔ وہ گھر میں داخل ہوتے ہی رابیل کو گیلری میں دیکھ چکا تھا۔ سوچا تھا کہ چلو رابیل کو سب کے سامنے اپنا کہہ دینے سے رابیل کو سکون حاصل ہو جائے گا۔ لیکن رابیل کا ری ایکشن بالکل مختلف تھا جو اسے پریشان کیے دے رہا تھا۔ ڈاکٹر کو آئی سی یو سے نکلتے دیکھ کر حمدان کے قدم تھم گئے تھے جبکہ باقی سب افراد بھی اٹھ کر ڈاکٹر کے قریب آ گئے تھے۔

"ڈاکٹر صاحب کیسی ہے رابیل......؟" سب سے پہلے حمدان نے بے چینی سے استفسار کیا۔

"کیا ریلیشن ہے آپ کا پیشنٹ سے؟"

"وہ میری وائف ہیں۔"

"او کے فائن......! تو پھر آپ میرے روم میں آ کر میری بات سنیں۔" سب تو ڈاکٹر کے روم میں جا نہیں سکتے تھے تو حمدان، امان اور زمان ہی ڈاکٹر کے روم میں چلے گئے۔

سب ڈاکٹر صاحب کے بولنے کا انتظار کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

لگے جو ایک کال پر بزی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کال ختم کر کے ان تینوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

''جی تو مسٹر حمدان! کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ پیشنٹ کے ساتھ کیا پرابلم ہے جو انہیں مسلسل ڈسٹرب کر رہا تھا؟''

''جی...... جہاں تک میرا خیال ہے ایسا تو کوئی پرابلم نہیں ہے۔''

''لیکن پیشنٹ نے بہت ٹینشن لی ہے کسی چیز کی اور مسلسل ٹینشن لی ہے جس سے انہیں نروس بریک ڈاؤن ہوا اور گرتے ہوئے سر میں شدید چوٹ بھی لگی۔''

ڈاکٹر صاحب کا انکشاف سن کر سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کیونکہ زمان شاہ اور امان شاہ کو تو کوئی ایسی بات یاد نہیں آ رہی تھی جو رابیل کے لیے ٹینشن کا باعث بنتی...... ہاں حمدان جانتا تھا سو نظریں نیچی کر گیا۔

''ابھی پیشنٹ کی حالت کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے...... اگلے چھتیس گھنٹے انتہائی اہم ہیں۔ شکر ہے زخم زیادہ گہرا نہیں ہے۔'' سب کے چہروں کے رنگ یک دم اُڑ گئے تھے۔

''پریشان مت ہوں...... بس اس ذات سے دعا مانگیں۔''

''کیا ہم اسے دیکھ سکتے ہیں؟'' حمدان کی .... بے چینی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی۔

''آں، ہاں...... اوکے لیکن صرف آپ دیکھ سکتے ہیں کیونکہ آپ ان کے ہزبینڈ ہیں۔''

رابیل کے ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔ ایک ہاتھ پر ڈرپ لگی تھی اور دوسرے ہاتھ کی نبض میں خون کی ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ ہوش و حواس سے بیگانہ، زرد چہرہ لیے وہ حمدان شاہ کے دل میں اتر رہی تھی۔

کتنی پیاری ہے وہ حمدان شاہ کو...... اس کی زندگی کا حاصل ہے رابیل کی ذات...... پچھلے دو سالوں میں کتنا چاہا تھا حمدان شاہ نے اسے۔

''کاش رابیل تم جان پاؤ کہ تم کتنی عزیز ہو مجھے......'' حمدان اس کا ہاتھ تھامے اس پر جھکا اسے داستانِ دل سنا رہا تھا۔

''تم سے بدلہ لیا تھا لیکن دیکھو تم نے بدلہ لینے کی سزا بھی دے ڈالی۔ اپنے پیار کی بیڑیاں میرے قدموں میں ڈال دیں، اسیر کر لیا مجھے۔ پچھلے دو سال تمہیں سوچتے، تمہیں چاہنے میں گزار دیے...... اور دیکھو قدرت نے تمہیں مجھ سے ملا دیا...... میری باربی ڈول کی صورت میں...... مگر پھر......'' حمدان کے آنسو رابیل کے ہاتھ بھگو رہے تھے...... حمدان کی آنکھیں شدتِ غم اور درد سے سرخ ہو گئی تھیں۔

''اور اب جب اپنا بنانے کا ٹائم آیا ہے تو تم روٹھ گئی ہو۔''

ابھی تو حمدان بہت کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن ڈاکٹر صاحب کا ہاتھ اپنے کاندھے پر محسوس کر کے وہ سیدھا کھڑا ہوا۔ لیکن جاتے سے دروازے سے پھر رابیل کی سمت بڑھا۔

اس کی بے داغ پیشانی پر بکھرے بالوں کو سمیٹ کر بڑی نرمی سے اپنے لب اس کی جلتی پیشانی پر رکھ دیے۔ پیشانی پر لب رکھتے ہی حمدان کے آنسو پھر بند توڑ چکے تھے۔

اور پھر امان شاہ نے اندر آ کر اسے بازوؤں کے گھیرے میں لیا تھا اور خود بھی اپنی بہن کے لیے رونے لگے تھے۔

دونوں نے کتنی خوب صورت محبت کی تھی پاکیزہ محبت...... حمدان کی حماقت نے اس محبت کو داغ دار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن شاید قدرت کو ان دونوں کو ایسے ہی ملانا تھا۔

رابیل کے لیے تو حمدان شاہ اس کی پہلی نظر کی محبت تھا جسے اس نے سینت، سینت کر رکھا تھا۔ خود اپنے دل تک کو بھنک نہ پڑنے دی تھی۔

حمدان شاہ کی ذات اسے ہمیشہ سے ہی ہرٹ کرتی آئی تھی لیکن اب اس نے محبت کے جذبے پر ایمان لا کر سب کچھ بھلا دیا تھا۔ بس وہ حمدان شاہ کی توجہ اور محبت

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں زندگی کی طرف قدم بڑھانا چاہتی تھی لیکن پھر اپنوں سے جدائی کا خوف اسے بستر سے لگا گیا تھا۔

حمدان شاہ نے بھی اس سے محبت کی تھی۔ بہت شدید محبت...... لیکن اس محبت کا ادراک اسے بعد میں ہوا تھا۔ جب وہ خود سے لڑ، لڑ کر تھک گیا تو اس نے تمام ہتھیار ڈال دیے۔ محبت کے آگے اپنی شکست تسلیم کرلی۔ رابیل کو سوچ کر زندگی خوب صورت لگنے لگی لیکن اندر ایک خوف کنڈلی مارے بیٹھا تھا کہ رابیل کہیں اس سے کھو نہ جائے اور پھر اپنی حماقت پر شرمندگی بھی ہوتی تھی۔ سوچتا تھا کہ اسے پاکر اس سے معافی کی درخواست کرلے گا پاکستان آتے ہی خوشیاں اس کا مقدر بنی تھیں لیکن پھر رابیل سے ناتا مضبوط ہونے کے بجائے کمزور ہوتا گیا۔ حمدان جتنا اسے سمیٹنا چاہتا تھا، وہ اتنا ہی بکھر گئی تھی اور اب بچھڑنا چاہتی تھی لیکن حمدان صرف مر کر ہی اسے جدا کر سکتا تھا۔

ہمیشہ سے ہی اس نے رابیل کو اپنے سخت لہجے کا عادی بنادیا تھا لیکن اب اسے اپنی محبت کا یقین بڑی نرمی اور پیار سے دلاتا تھا۔

جانے کب دونوں کا ہجر تمام ہو...... جانے کب ملن رت بہار بن کر زندگی میں آئے اور دونوں کو پیار کی بارش میں بھگو جائے۔

☆☆☆

اماں جان نے حمدان کی حالت دیکھتے ہوئے اسے زبردستی گھر بھیج دیا تھا تاکہ کچھ دیر کی نیند اسے تکلیف دہ سوچوں سے دور لے جائے لیکن اپنی زندگی کو اپنے ہی ہاتھوں اس حال میں دیکھ کر نیند کب کسی کی آنکھوں کا مقدر بنتی ہے...... گھر پہنچتے ہی وہ رابیل کے کمرے میں گیا۔ پاکستان آنے کے بعد آج صحیح طور پر وہ اس کے کمرے کی ایک، ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس کی ڈریسنگ ٹیبل پر فیومز اور دیگر اشیا سے بھری پڑی تھی ساتھ ہی ایک بریسلیٹ پڑا تھا۔ اسے ہتھیلی پر رکھ کر حمدان نے بے ساختہ چوما تھا۔ اب وہ بیڈ پر بیٹھ کر تکیے کو درست کرنے لگا تبھی اسے ایک ڈائری نظر

غزل

بے شک نہ میرے ساتھ سفر اختیار کر
اے میرے بدگمان میرا اعتبار کر
وہ خود تو تتلیوں کو لیے گھومتا رہا
اور مجھ کو خط میں لکھتا رہا انتظار کر
اب ان کے قافلے تو کہیں دور جا چکے
جن کی طلب میں آئے تھے صحرا گزار کر
میں نے تو تیرے ہجر کا دکھ جھیل ہی لیا
اب تو بھی خود کو وقفِ رہِ انتظار کر
کب ہوسکی ہے ان کی سمندر سے دوستی
مٹی کے ان گھروندوں پہ کم انحصار کر
فرصت ملے تو دیکھ میرے دل کے آئینے میں
آنکھوں سے اپنے کاغذی پر دے اتار کر

مرسلہ: امینہ عندلیب، سلانوالی

گونگی ہوگئی زبان

گونگی ہوگئی آج کچھ زبان کہتے کہتے
ہچکچا گیا میں خود کو مسلماں کہتے کہتے
یہ بات نہیں کہ مجھ کو اس پر یقین نہیں
بس ڈر گیا خود کو مسلماں کہتے، کہتے
توفیق نہ ہوئی مجھے اِک وقت کی نماز کی
اور چپ ہوا موذن اذان کہتے کہتے
کسی کافر نے پوچھا یہ کیا ہے مہینہ
شرم سے پانی ہاتھ سے گر گیا رمضاں کہتے کہتے
میری الماری میں گرد سے اٹی کتاب کا پوچھا
میں گڑ گیا زمین میں قرآن کہتے کہتے
یہ سن کر چپ سادھ لی اقبال اس نے
یوں لگا رک گیا وہ مجھے حیوان کہتے کہتے

شاعر: علامہ اقبال

انتخاب: زرینہ خانم لغاری، مظفر گڑھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آئی...... بڑی نفیس ڈیپ ریڈ اور سلور رنگ کے امتزاج کی ڈائری...... تجسس سے اس نے ڈائری کھول لی۔

''رابیل حمدان علی شاہ......'' جلی حروف میں لکھے یہ الفاظ اس کی آنکھیں بھگو گئے۔ نام کے ساتھ ہی سرخ مارکر سے دو دل بنے ہوئے تھے جو بنانے والے کا سب سے خوب صورت شاہکار لگ رہے تھے۔

''ڈائری لکھنے کی کبھی عادت نہیں تھی لیکن تمہاری یاد، تمہاری چاہت اور اب تمہاری محبت نے مجبور کر دیا ہے کہ اپنے دل کی باتیں تم سے شیئر کروں۔ تم پاس نہیں ہو ناں...... جانے تم کہاں ہو، تمہیں کہاں ڈھونڈوں میری منزل......؟ تم سے میرا ملنا کبھی یادگار نہیں رہا تو پھر یہ چاہت اور محبت کے جذبے کیسے میرے اندر پنپنے لگے۔ ماضی کی تلخ یادوں کو پیچھے چھوڑ کر تمہاری چاہ میں بہت آگے نکل آئی ہوں، تمہیں اپنے درد کا درماں بنانا چاہتی ہوں۔ لوٹ آؤ، دیکھو میں اب تمہاری رابیل ہوں، صرف تمہاری...... میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ جس روز تمہیں دیکھا تھا اسی روز سے تم میرے خوابوں میں آبسے تھے۔ میں تمہارے ساتھ پرستان کا سفر کر آئی ہوں حمدان شاہ......! کیا میری چاہت میں کوئی کمی ہے جو تم نے پلٹ کر دیکھنا گوارا نہیں کیا۔ ایک لڑکی کے لیے عزت ہی تو سب کچھ ہوتی ہے۔ کردار ہوتا ہے بس کردار کی حفاظت کی خاطر تم سے برا سلوک کر گئی اور تم نے کتنی حسین سزا دی کہ اپنا بنا ڈالا۔ اے میرے اللہ! حمدان کو ملا دے مجھ سے، میں تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گی بس حمدان شاہ کو واپس لوٹا دے...... اس کے دل میں میری چاہت ڈال دے۔'' اتنی شدت تھی رابیل کی محبت میں...... حمدان پھوٹ، پھوٹ کر رو دیا۔ رابیل کی دعا قبولیت کے درجے کو پہنچ گئی تھی...... جس لمحے وہ دعا کر رہی تھی اسی لمحے حمدان کا دل اسے رابیل کی طرف کھینچ رہا تھا۔ حمدان نے آگے پڑھنے کو جلدی، جلدی صفحے پلٹے تھے۔

''اور حمدان شاہ تم مجھے زندگی کے کس موڑ پر ملے اور وہ بھی کس روپ میں...... آج مجھے لگتا ہے زندگی مکمل ہو گئی...... میری وہ سوچیں جو ادھوری تھیں، آج مکمل ہو جائیں گی...... میں خوش گمان ہوں...... مجھے کیوں لگتا ہے کہ تمہیں صرف میری چاہت کھینچ لائی ہے۔ تم میرے وہ دوست تھے بچپن سے جسے میرا درد برداشت نہیں ہوتا تھا۔ حمدان شاہ مجھے لگتا ہے کہ ہم اس دنیا میں ایک دوسرے کے لیے ہی اتارے گئے ہیں۔ میرے اللہ نے تمہیں لوٹا دیا حمدان بس اب ہمارا ملن ہو جائے تو میں تمہارے ساتھ اس رب سوہنے کے در پر حاضری لگاؤں گی اس کا شکر ادا کرنے کو۔''

تو گویا رابیل اسے حد سے زیادہ چاہنے لگی تھی۔ اس کی چاہت اور محبت کا اندازہ تو اب ہو رہا تھا حمدان کو...... وہ تو سمجھتا تھا کہ شاید رابیل ناراض ہو گی...... کوئی گلہ، کوئی شکوہ تو ضرور کرے گی یہاں تو رابیل نے محبت کے آگے باقی سب ناراضیاں بھلا ڈالی تھیں۔

''حمدان شاہ...... تم نے اچھا نہیں کیا...... تم نے مجھے غلط سمجھا۔ میں بری لگتی ہوں ناں، اسی لیے تم ہر موقع پر مجھے جھڑک دیتے ہو۔ حمدان میں تمہارے ساتھ زندگی کے لمحات کو خوب صورت بنانا چاہتی ہوں۔'' الفاظ تھے کہ دو دھاری تلوار...... حمدان شاہ پل، پل کٹ رہا تھا۔

''رابیل شاہ اب میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا، تمہاری محبتوں اور شدتوں کا اندازہ ہو چکا ہے...... مجھے بس اب تمہیں اپنی محبت کا یقین کامل دلانا ہے۔'' آنسو صاف کرتے ہوئے ڈائری کو سینے سے لگائے وہ رابیل کے کمرے سے باہر آ گیا تھا۔ اب اسے بڑوں کو درخواست پیش کرنا تھی اب اسے زیادہ دیر رابیل کو خود سے الگ نہیں رکھنا تھا۔ اسے اپنی زندگی میں باضابطہ طور پر شامل کر کے محبتوں پر اس کا یقین قائم کرنا تھا۔ اسے اپنی ذات کا مان بخشنا تھا۔

☆☆☆

سب کی دعائیں، حمدان شاہ کی محبت اور بے انتہا خیال رابیل کو دنیا میں واپس لے آئی تھی۔ وہ زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی۔ اسے اپنوں نے بے اماں نہیں کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھا سب اسے پہلے سے بھی زیادہ چاہ رہے تھے۔

گھر آتے ہی دادو نے اسے اس کی رخصتی کا بتایا تھا جس سے رابیل پر شادیِ مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ خوشی تھی کہ صحرا میں بھٹکتے، بھٹکتے اب منزل پر قدم دھرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اور غم تھا کہ اس کے پیارے ماں، باپ اس موقع پر ساتھ نہیں تھے لیکن باقی محبتوں کو دیکھتے ہوئے اس نے یہ رضائے الٰہی سمجھ کر قبول کرلیا تھا۔ آج وہ مسز حمدان علی شاہ بنی پورے استحقاق کے ساتھ حجلۂ عروسی میں بیٹھی تھی۔

آف وائٹ لانگ شرٹ اور اورنج، ریڈ امتزاج کا لہنگا پہنے، ڈیپ ریڈ اور آف وائٹ کلر کا بھاری کام کا دوپٹا اوڑھے...... حسین اور قیمتی زیورات پہنے...... حنا لگے ہاتھوں سمیت وہ کسی پرستان سے آئی پری لگ رہی تھی۔ یہ سب حمدان شاہ نے خود اپنی پسند سے لیا تھا۔ شادی تک وہ اس کے سامنے تو نہیں آیا تھا لیکن عرشیہ کے ہاتھ سب بھجوادیا تھا۔ رابیل کو بہت اچھا لگا تھا کہ سب کچھ حمدان کی پسند کا تھا۔ آج سب نے ان کی جوڑی کو بہت سراہا تھا۔ حمدان شاہ بھی کامدار کالر کی بلیک شیروانی پہنے۔ کون سا کسی شہزادے سے کم لگ رہا تھا۔ دادو تو دونوں کے صدقے واری جارہی تھیں...... اگر رابیل ان کی جان تھی تو حمدان ان کی آن بان ...... تایا جان اور تائی جان نے ساس، سسر یا تایا، تائی سے بڑھ کر ماما جانی اور پاپا جانی کا کردار نبھایا تھا۔ رابیل کو اپنی نیک تمناؤں اور دعاؤں کے سائے میں رخصت کیا تھا حالانکہ آنا تو رابیل نے ان کے گھر ہی تھا لیکن انہوں نے یہ سب اس کی محبت میں کیا تھا کہ اسے آج ماما جانی اور پاپا جانی کی یاد نہ آئے۔

عرشیہ اسے بار، بار مذاق سے تنگ رہی تھی کہ ”تمہارا نمبر پہلے لگ گیا چھپی رستم...... میں آہیں بھرتی رہ گئی......“ حمدان کی جلدی پر سب رخصتی کو راضی ہو گئے تھے نمبر تو پہلے امان شاہ کا تھا لیکن پھر عرشیہ کی جاب اور امان شاہ کی ڈگری...... اس لیے پھر ان کی شادی بعد میں طے کردی گئی۔

رابیل کو بہت اچھا لگ رہا تھا...... وہ کمرے کی ایک، ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھی کہ دروازہ کھلنے کی آواز پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

حمدان نے آہستہ قدموں سے آ کر بیڈ پر رابیل کے برابر بیٹھتے ہی اس کا مہندی سے بھرا ہوا مرمریں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ رابیل نے مزاحمت تو نہیں کی تھی لیکن ایک ڈر اب بھی اندر کہیں تھا کہ حمدان شاہ پھر نہ کچھ کہہ دے۔ اس لیے ہاتھ کانپ رہے تھے، گھنی پلکیں لرز رہی تھیں، گال دہک رہے تھے اور حمدان کو یہ منظر دنیا کا خوب صورت ترین منظر لگ رہا تھا۔ وہ اس کی کیفیت سے بھرپور لطف اندوز ہو رہا تھا۔

”رابیل اِدھر دیکھو میری طرف۔“ یہ کہنے کی دیر تھی کہ رابیل اور گردن جھکا گئی۔ حمدان نے کچھ پل انتظار کیا اور پھر اپنی انگلی سے اس کی ٹھوڑی کو اوپر اٹھایا اور پر اٹھنے کی دیر تھی کہ رابیل کے گالوں پر آنسو لڑھک گئے۔

”ارے، ارے یہ کیا...... تمہیں یاد ہوگا ناں میں نے کیا کہا تھا کہ اب اگر تم روئیں تو یہ آنسو کیسے چنوں گا؟“ اور رابیل اٹھ کھڑی ہوئی...... ہاتھ چھڑاتے ہی وہ گلاس ونڈو کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ حمدان نے ایک نظر رابیل کو دیکھا اور پھر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”ناراض ہے میری باربی ڈول۔“ رابیل کی کمر کے گرد اپنی بانہوں کا گھیرا بنا کر اپنی ٹھوڑی رابیل کے کاندھے پر ٹکائے بولا۔

یہ کہنے کی دیر تھی کہ وہ بے تحاشا رونے لگی...... حمدان نے اسے رونے دیا تھا۔

”جانتا ہوں، تمہیں مجھ سے بہت سی شکایتیں ہوں گی لیکن تمہارے دل مین چھپی اپنی محبت کو بھی جانتا ہوں میں۔“

رابیل نے حیرانی سے بھیگی پلکیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ حمدان نے اپنی انگلیاں اس کے لرزتے ہونٹوں پر رکھ دیں۔

”نہیں، ابھی نہیں...... جو کچھ کہنا ہے تمہیں وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بعد میں...... اس وقت صرف میری سنو......اور مجھے یقین ہے کہ میری بات سننے کے بعد کچھ کہنے کو باقی نہیں رہے گا۔'' وہ بات کرتے کرتے اسے تھام کر بیڈ تک لے آیا تھا۔

''تم آرام سے بیٹھو...... بالکل ریلیکس رہو باتیں بھی کرلیں گے۔'' وہ تکیے بیڈ کراؤن سے لگاتے ہوئے اسے اس طرح بٹھا رہا تھا جیسے وہ بہت کوئی نازک کانچ کی گڑیا ہو۔ اب وہ اس سے اپنی محبت اور چاہت کی بے قراریوں کی داستانیں سنا رہا تھا اور ساتھ ہی اپنے رویے کی اور زبردستی نکاح والی حرکت کی ڈھیروں معافی بھی مانگ رہا تھا۔

''اگرچہ بدلہ تو میں نے اپنی بے عزتی کا لے لیا تھا لیکن تم سے جان چھڑانا میرے بس میں نہیں رہا تھا۔ جب یونیورسٹی سے تھکا ہارا آتا تو تم شدت سے یاد آتیں۔ رات کو خوابوں کے سفر میں تم میرے ساتھ ہوتیں اور پھر پتا نہیں کیسے ایک سال گزر گیا اور اب اس یقین بھری دعا کے ساتھ پاکستان آیا کہ اے میرے اللہ رابیل شاہ جہاں کہیں بھی ہو...... مجھ سے آملے اور دیکھو تم مجھے مل گئیں اور میں بہت خوش ہوا یہ جان کر کہ تم ہی میری بچھڑی باربی ڈول ہو۔ بچپن سے ڈول کے ساتھ خود کو سوچتا آیا تھا...... پھر تم نے اپنا اسیر کرلیا۔ سوچتا تھا کہ اگر ڈول واپس آئی تو میں اسے کیسے بتاؤں گا کہ تمہیں سوچنے کے باوجود کوئی بڑے استحقاق سے میری سوچوں میں آبسا ہے لیکن اللہ نے مجھے شرمندہ ہونے سے بچالیا اور آج میں تمہارا ہوں صرف اور صرف رابیل شاہ کا......'' بات ختم کرتے ہی حمدان نے اسے خود سے اور قریب کرتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

''اور یہ پاکستان آنے کے بعد جو مجھے ڈانٹتے رہتے تھے، وہ کیا تھا؟'' رابیل نے بھی آج ہی کلاس لینے کی ٹھان رکھی تھی۔

''ارے یار! وہ بھی ہمارے پیار کا ایک انداز تھا۔'' حمدان نے اس کی جانب جھکتے ہوئے کہا۔ رابیل نے منہ دوسری طرف کرلیا۔

''اور وہ جو تھپڑ مارا تھا اور پھر جو کہا تھا کہ مجھے تو تمہارے وجود سے بھی نفرت ہے۔'' آنکھیں ایک بار پھر سے چھلکنے کو تیار تھیں۔

''تب بے وقوف تھا، پاگل تھا، جنگلی تھا، معاف کردو یار......'' حمدان نے شرمندہ ہوکر ہاتھ جوڑے تو جھٹ رابیل نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''اور میرا تحفہ؟'' ایک دم کچھ یاد آنے پر رابیل نے سر اٹھا کر پوچھا۔

''کون سا......؟'' حمدان جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے لیکن جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا۔ بس یہ کہنے کی دیر تھی کہ حمدان شاہ کی حسینہ ناراض ہوکر پھر سے ونڈو پر جا کھڑی ہوئی تھی۔

حمدان مسکرایا اور سائڈ ٹیبل کی دراز سے ایک مخملی کیس نکال کر چپکے سے اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہوا۔

پھر کیس میں سے خوب صورت نازک سی چین نکال کر رابیل کے کاندھوں کے اوپر سے ہاتھ بڑھا کر اس کے دوپٹے کو پیچھے کرتے ہوئے وہ چین اس کی گردن میں پہنادی۔ اور پھر اسے کاندھوں سے پکڑ کر شیشے کے سامنے لا کھڑا کیا۔

جب رابیل نے شیشے پر نظر ڈالی تو مارے خوشی کے چیخ نکل گئی۔ چین کے پنڈولم میں اس کا نام رابیل حمدان لکھا ہوا تھا۔ اتنا حسین تحفہ...... رابیل کے سب گلے شکوے دور کر گیا تھا۔

''رابیل میں چاہتا ہوں کہ تم ہر بات بلا جھجک مجھ سے کہہ ڈالو...... کوئی خوشی ہو یا کوئی پریشانی...... میں ہر پل تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تمہیں ہر لمحہ خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں بس تم مجھ سے بدگمان نہ ہونا اور میں تمہارے لیے پیار میں کمی نہیں آنے دوں گا۔'' اب یہ سب باتیں اس کی آنکھیں اس سے کہہ رہی تھیں...... اور وہ سرشاری اسے دیکھے چلے جا رہی تھی۔ بالکل کسی باربی ڈول کی طرح......

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY